15

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

20 تا 26 اپریل 2006ء

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

اختتام یا آغاز

مذاہب کے درمیان ہم آہنگی

دنیائے اسلام کی حالت زار
بنوامیہ سے بنوفاطمہ تک

انسان حاکم نہیں، خلیفہ ہے

لو ہم بھی چلے آپریشن تھیٹر

این جی اوز کی مذموم سرگرمیاں

مسلح افواج میں اسلام کے خلاف تحریک

اسلام اور دور حاضر کے مسائل

تفہیم المسائل

عالم اسلام

انسان کامل ﷺ

حقیقتِ محمدیہ ﷺ کو الفاظ میں بیان کرنا بے حد دشوار ہے۔ یوں سمجھئے کہ حقیقت انسانی کی اصل حقیقت محمدی ﷺ ہے۔ آپؐ خلاصۃ الموجودات ہیں۔ آپؐ پر تکمیل انسانیت ہوئی۔ آپؐ ہی کی ذات واحد انسان کامل ہے۔ مردِ مومن کے لیے واحد مثالی پیکر یہی انسان کامل یعنی رسولِ اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔

آپؐ تک رسائی عشق کے بغیر حاصل نہیں ہوتی، اور عشق کی تکمیل اسوۂ حسنہ کی پیروی کے بغیر ممکن نہیں۔ جس نے آپؐ کے اسوۂ حسنہ کا اتباع کیا، اسے آپؐ کی محبت حاصل ہوئی۔ اور جسے یہ سعادت نصیب ہوگئی، اسے سب کچھ مل گیا۔ بندۂ مومن جو توحید کا رازدار، متاعِ مصطفوی ﷺ کا امین اور اسوۂ حسنہ کا سرگرم متبع ہوتا ہے، احکام الٰہی اور فرامین مصطفوی ﷺ کے اتباع کی بدولت روحانی ارتقاء کی منازل طے کرتا ہے۔ عشق رسول ﷺ اُس کا زادِ راہ اور قرآنِ عظیم ساز و برگ ہوتا ہے۔

ایسے مرد مسلمان کو وہ شوکت و سطوت نصیب ہوتی ہے، جو اسے ساری دنیا پر تصرف اور غلبہ بخشتی ہے، اور وہ انفس و آفاق کو مسخر کرتا ہے۔ اس کی ذات اوصاف باری تعالیٰ کا پرتو اور جلال و جمال کا مظہر ہوتی ہے۔ صداقت اور حقانیت کے لیے وہ رحمت اور باطل و ظلمت کے لیے قہر ہوتا ہے۔ علمی اور عملی، تمدنی اور اخلاقی زندگی میں اس کی ذات انسانیت کے لیے رہنما ہوتی ہے اور سیاست و اقتصادیات، معیشت و معاشیات، تہذیب و اجتماعیات میں وہ دنیا کے لیے چراغِ راہ ہوتا ہے۔ سائنسی علوم اور پوشیدہ حقائق اس پر منکشف ہو جاتے ہیں اور وہ بطن گیتی اور سینۂ افلاک کو چیر کر آسمان و زمین اور خلا و پاتال کے اسرار سربستہ کو حل کرتا اور بے پناہ قوت و غلبہ حاصل کر لیتا ہے۔ وہ عبدیت کے درجۂ کمال پر فائز ہو کر بیک وقت صفات ملکوتی اور نیابتِ خلافت باری تعالیٰ کے کمالات کا جامع بن جاتا ہے۔

اقبال اور محبت رسول ﷺ
ڈاکٹر محمد طاہر فاروقی

سورۃ النساء

ڈاکٹر اسرار احمد

(آیات 128-127)

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِـيْمًا ﴿١٢٧﴾ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِھَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۭ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ۭ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿١٢٨﴾﴾

''(اے پیغمبر) لوگ تم سے (یتیم) عورتوں کے بارے میں فتویٰ طلب کرتے ہیں' کہہ دو کہ اللہ تم کو اُن کے (ساتھ نکاح کرنے کے) معاملے میں اجازت دیتا ہے اور جو حکم اس کتاب میں پہلے دیا گیا ہے وہ اُن یتیم عورتوں کے بارے میں ہے جن کو تم اُن کا حق تو دیتے نہیں اور خواہش رکھتے ہو کہ اُن کے ساتھ نکاح کر لو اور (نیز) بے چارے بے کس بچوں کے بارے میں' اور یہ (بھی حکم دیتا ہے) کہ یتیموں کے بارے میں انصاف پر قائم رہو اور جو بھلائی تم کرو گے اللہ اس کو جانتا ہے۔ اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو میاں بیوی پر کچھ گناہ نہیں کہ آپس میں کسی قرارداد پر صلح کر لیں اور صلح خوب (چیز) ہے اور طبیعتیں تو بخل کی طرف مائل ہوتی ہیں اور اگر تم نیکو کاری اور پرہیزگاری کرو گے تو اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔''

پیچھے کچھ آیات خواتین' یتیم بچیوں اور بیواؤں کے متعلق آئیں' جہاں نکاح اور طلاق کا ذکر بھی ہوا تو اس سلسلہ میں کچھ وضاحتیں بھی طلب کی گئیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں وضاحتیں نازل کیں۔ اے نبی ﷺ یہ لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں سوال کر رہے ہیں۔ گویا پورے طور پر بات ان پر واضح نہیں ہوئی' تو ان کو بتا دیجئے کہ اللہ تمہیں ان کے بارے میں بھی بتاتا ہے اور کتاب کے اندر یتیم بچیوں کے متعلق جو کچھ آیا ہے وہ بھی واضح کرتا ہے۔ قرآن نے بتا دیا تھا کہ اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں سے شادی کرو گے تو ان کے ساتھ انصاف نہ کر سکو گے اس لیے کہ اُن کی طرف سے کوئی نہ ہو گا جو ان کے حقوق کی پاسداری کرے اور تم سے باز پرس کر سکے' تو پھر ان کے ساتھ شادی نہ کرو بلکہ اُن کے علاوہ دیگر عورتوں سے شادی کر لو۔ اور اگر تم ایک سے زاید بیویاں رکھنا چاہیں تو دو' تین یا چار تک رکھ سکتے ہو' لیکن ان کے درمیان عدل ضروری ہے۔

اب مزید ان یتیم عورتوں کے بارے میں یہ ہے کہ تم ان کو ان کے مہر ادا نہیں کر رہے ہو۔ نکاح تو کر لیا مگر مہر کا تقاضا کرنے والا لڑکی کا باپ یا کوئی اور سرپرست موجود نہیں ہے' لہٰذا مہر نہیں دیتے ہو اور چاہتے ہو کہ مہر کی ادائیگی کے بغیر ہی نکاح بھی کر لو۔ اس طرح چھوٹے بچوں کے ساتھ بھی ظلم ہوتا ہے' تمہیں چاہیے کہ یتیموں کے معاملے میں انصاف پر کاربند رہو اور جو بھی تم خیر کا کام کرو گے اللہ اس سے واقف ہے۔ وہ تمہاری نیتوں کو بھی جانتا ہے۔ ان احکام میں بنیادی ہدایت یہ ہے کہ تمہاری نیت صحیح ہونی چاہیے۔ **واللہ یعلم المفسد من المصلح** اللہ تعالیٰ جانتا ہے' کون حقیقت میں شرارتی ہے اور کون ہے جس کی نیت صحیح ہے۔

پیچھے ذکر ہوا تھا عورت کے نشوز کا کہ وہ بیویاں جو شوہر کی تابعداری نہیں کرتیں' ضد پر اڑ جاتی ہیں اور سرکشی اختیار کرتی ہیں' اُن کی اصلاح کیسے ہو۔ یہاں مرد کے نشوز کا ذکر ہے کہ وہ بیوی پر ظلم کر رہا ہے اُس کے حقوق ادا نہیں کر رہا بلکہ اپنی قوامیت کا ناجائز فائدہ اٹھا رہا ہے۔ تنگ کر کے وہ مہر معاف کروا لیتا ہے۔ اگر بیوی کے والدین کھاتے پیتے گھرانے سے ہیں تو تقاضا کرتا ہے کہ اپنے والدین سے یہ چیز لاؤ' وہ چیز لاؤ۔ یہ ساری برائیاں آج بھی موجود ہیں۔ ایسی حالت میں عورت پستی ہے۔ اس کا مداوا یہاں بیان کیا جا رہا ہے۔ جس عورت کو اپنے شوہر سے حقوق کی تلفی اور زیادتی کا اندیشہ ہو یا وہ اب اُس کی طرف میلان ہی نہیں رکھتا ہو' گویا وہ اس کی بیوی ہی نہیں اور اُس کی ساری توجہ نئی نویلی دلہن کی طرف ہو۔ ایسی صورت میں دونوں پر کوئی الزام نہیں' اگر وہ مل کر صلح کر لیں کہ صلح اچھی چیز ہے۔ صلح سے مراد علیحدگی کی مناسب صورت ہے یعنی عورت خلع لے لے۔ خلع کی صورت میں عورت کو مہر چھوڑنا پڑے گا' اگر لے رکھا ہے تو واپس کرنا پڑے گا۔ نفس انسانی پر تو لالچ مسلط رہتا ہے۔ مرد چاہے گا کہ پورا مہر واپس کرے۔ عورت چاہے گی کہ مجھے کچھ بھی نہ دینا پڑے۔ اور اگر تم نیکی کرو کیونکہ تم مرد ہو' مردانگی کا ثبوت دیتے ہوئے مہر کے معاملے میں نرمی کرو اور احسان کا رویہ اپناؤ اور تقویٰ کی راہ اختیار کرو تو خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔ تم حسن سلوک کا صلہ پاؤ گے۔

فرمانِ نبویؐ

چغل خوری کی ممانعت

چودھری رحمت اللہ بٹر

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((**لَا يُبَلِّغُنِيْ اَحَدٌ مِنْ اَصْحَابِيْ عَنْ اَحَدٍ شَيْئًا فَاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَخْرُجَ اِلَيْكُمْ وَاَنَا سَلِيْمُ الصَّدْرِ**)) (رواہ ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میرے ساتھیوں میں سے کوئی کسی دوسرے کی بات مجھے نہ پہنچایا کرے میں چاہتا ہوں کہ جب میں تم لوگوں میں آؤں تو میرا دل (سب کی طرف سے) صاف اور بے روگ ہو۔''

تشریح: رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث کے ذریعہ امت کو سبق دیا کہ دوسروں کے متعلق ایسی باتیں سننے سے بھی آدمی کو پرہیز کرنا چاہئے جن سے اس کے دل میں بدگمانی' کدورت اور رنجش وغیرہ پیدا ہونے کا امکان ہو (لیکن واضح رہے کہ جن موقعوں پر شرعی ضرورت اور دینی مصلحت کا تقاضا ایسی باتیں کہنے یا سننے کا ہو وہ مواقع اس سے مستثنیٰ ہوں گے)۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

اختتام یا آغاز

365دن میں شاید 12 ربیع الاوّل کا دن ہی بچا ہوا تھا جس روز کبھی پاکستان میں دہشت گردی یا تخریب کاری کا کوئی واقعہ نہیں ہوا تھا۔ لیکن اس مرتبہ 12 ربیع الاوّل کو کراچی میں تاریخ کی بدترین دہشت گردی ہوئی اور ساٹھ سے زائد قیمتی جانیں اس مکروہ فعل کی نذر ہوگئیں۔ سینکڑوں زخمی ابھی تک ہسپتالوں میں موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ کچھ سمجھ نہیں آتی کہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والے اِس ملک کے امن اور سلامتی کو کس کی نظر کھا گئی ہے۔ ایک وحشت سی سارے ملک پر چھائی ہے۔

دشمن اوّل اور شیطان بزرگ کروسیڈ کا کھلم کھلا اعلان کر چکا ہے۔ اُس کے خلاف جنگ کی منصوبہ بندی کرنا یا اُس کا مقابلہ کرنے کے لیے سوچ و بچار کرنا تو بڑی دور کی بات ہے' مسلمان ایک دوسرے کے خلاف صف آراء' بلکہ گتھم گتھا ہو رہے ہیں۔ شمالی اور جنوبی وزیرستان کے بارے میں حکومتی ترجمان بڑے فخر سے اعلان کرتا ہے کہ اتنے شرپسندوں کو ہلاک کر دیا گیا' یہ الگ بات ہے کہ ان نام نہاد شرپسندوں کے نام کا سابقہ' یا لاحقہ محمد یا احمد لازماً ہوتا ہے۔ مختلف شہروں میں ایک دن امام بارگاہ میں بم دھماکہ ہوتا ہے تو دوسرے دن مسجد میں حالت سجدہ میں نمازی شہید ہو جاتے ہیں۔ پاکستان کی مقبول عوامی قیادت کو پاکستان کی سرزمین پر قدم رکھنے کی اجازت نہیں۔ بلوچستان کے سردار الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا میں کھلم کھلا ملکی سلامتی کے خلاف زبان درازی کر رہے ہیں اور وفاق اپنے ہی صوبے پر بمباری کر رہا ہے۔ ایک ڈیم کی تعمیر کو پنجاب اپنی بقا کے لیے ناگزیر قرار دے رہا ہے اور سندھ اُسے اپنے لیے ڈیتھ وارنٹ قرار دے رہا ہے۔ عوام مہنگائی کی چکی میں پس رہے ہیں اور جھولیاں پھیلا پھیلا کر حکمرانوں اور سرمایہ داروں کو بددعائیں دے رہے ہیں۔ حکمران عوام کے خوف سے چھپتے پھرتے ہیں اور ساری سیکیورٹی کو اپنی حفاظت پر مامور کیا ہوا ہے' لہٰذا اکیلے شہری سے لے کر چھوٹے بڑے جلسے جلوسوں تک سب کو اُن کے مقدر کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ اس صدی کا بدترین زلزلہ بھی پاکستان میں آیا جس سے پہاڑ پھٹ گئے' دریاؤں کے رخ بدل گئے' لوگوں کے مکان ہی اُن کی قبریں بن گئیں۔ خشک سالی بھی اِس مرتبہ پاکستان کا مقدر بنی جبکہ ہمارے ہمسائے ممالک میں خوب بارشیں ہوئیں۔ اس پس منظر میں قرآن پاک کی سورۃ الانعام کی آیت نمبر 65 کا مطالعہ کریں یعنی:

''کہہ دیجئے کہ وہ اِس پر قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب اوپر سے نازل کر دے یا تمہارے قدموں کے نیچے سے برپا کر دے یا تمہیں گروہوں میں تقسیم کر کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کی طاقت کا مزہ چکھا دے۔ دیکھو ہم کس طرح بار بار مختلف طریقوں سے اپنی نشانیاں ان کے سامنے پیش کر رہے ہیں' شاید یہ لوگ سمجھ جائیں۔''

یہ کہتے ہوئے زبان لرزتی ہے اور لکھتے ہوئے قلم کانپتا ہے کہ ہم اِس وقت عذاب کی تینوں اقسام کی زد میں ہیں۔ بارانِ رحمت سے ہم محروم رہے' زلزلے سے لاکھوں انسان متاثر ہوئے' اور ملک میں ہونے والی دہشت گردی سے ہم ایک دوسرے کی طاقت کا مزہ چکھ رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ عذاب کی نوید سنانے والا یہ کلامِ الٰہی ہمیں کوئی راہِ نجات بھی دکھاتا ہے؟ یقیناً دکھاتا ہے۔ تاریخ بتاتی ہے جب مسلمان کا قرآن سے قلبی اور عملی تعلق تھا تو دریا اور صحرا مجاہدین کے گھوڑوں کی ٹاپ تلے تھے۔ آج ہمارا اصل جرم یہ ہے کہ ہم نے قرآن سے عملی تعلق توڑ لیا۔ اسی رویے کی شکایت حضور ﷺ اللہ رب العزت کے دربار میں کریں گے۔ سورہ فرقان آیت نمبر 30 میں فرمایا: یعنی: ''اور رسول کہیں گے کہ اے میرے رب! میری قوم نے اِس قرآن سے دوری اختیار کر لی تھی۔''

حقیقت یہ ہے کہ فرقہ واریت اور اندرونی انتشار قرآن کی طرف مخلصانہ رجوع سے ہی ختم ہو سکتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں ہونے والا ظلم قرآن کے دیئے ہوئے نظامِ حق کے نفاذ سے ہی مٹ سکتا ہے۔ رجوع الی القرآن سے عدل وجود میں آئے گا۔ کمزور قوی سے اپنا حق حاصل کر سکے گا۔ قوم کے بڑے قوم کے خادم بنیں گے۔ رنگ و نسل کا امتیاز ختم ہو گا۔ تقویٰ ترقی کا زینہ ہوگا۔ مسلمان ہی نہیں دنیا کا ہر انسان سوچے کہ کیا وجہ تھی کہ دورِ فاروقؓ میں زیورات سے لدی پھدی دوشیزہ اکیلی صحرا عبور کر سکتی تھی اور کسی کی جرأت نہیں تھی کہ اُس پر غلط نگاہ ڈالے۔ (باقی صفحہ 6 پر)

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

جلد 15 — 20 تا 26 اپریل 2006ء — شمارہ 15
21 تا 27 ربیع الاوّل 1427ھ

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
فرقان دانش خان۔ سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور۔54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور۔54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پوری طرح متفق ہونا ضروری نہیں

سید قاسم محمود

انیسویں غزل

(بالِ جبریل، حصّہ دوم)

کمالِ ترک نہیں آب و گِل سے مہجوری
کمالِ ترک ہے تسخیرِ خاکی و نوری!
میں ایسے فقر سے اے اہلِ حلقہ باز آیا
تمہارا فقر ہے بے دولتی و رنجوری
نہ فقر کے لیے موزوں، نہ سلطنت کے لیے
وہ قوم جس نے گنوایا متاعِ تیموری
سنے نہ ساقیِٔ مہوش تو اور بھی اچھا
عیارِ گرمیِٔ صحبت ہے حرفِ معذوری
حکیم و عارف و صوفی تمام مستِ ظہور
کسے خبر کہ تجلّی ہے عینِ مستوری!
وہ ملتفت ہوں تو کنجِ قفس بھی آزادی
نہ ہوں تو صحنِ چمن بھی مقامِ مجبوری
بُرا نہ مان، ذرا آزما کے دیکھ اسے
فرنگ دل کی خرابی، خرد کی معموری!

1- مہجوری: جدائی، علیحدگی۔ اس شعر میں اقبال نے اسلام کی ایک خصوصیت کو بڑی عمدگی سے واضح کیا ہے۔ یعنی ترکِ دنیا کے اسلامی تصور اور غیر اسلامی تصور میں جو فرق ہے، اُس کو دل نشین انداز میں بیان کیا ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ دنیا کو ترک کر کے کسی پہاڑ کی کھوہ میں زندگی بسر کرنا، یہ ترکِ دنیا نہیں ہے، بلکہ بزدلی ہے، ہمت کی پستی ہے اور خلافِ فطرت زندگی ہے۔ اسلام کے زاویۂ نگاہ سے ترکِ دنیا کا مفہوم یہ ہے کہ انسان پہلے اس کائنات کو مسخر کرے اور اُس کی قوتوں (دولت، ثروت، عزت، حکومت) پر غالب آنے کے بعد، پھر ان سب چیزوں کو اللہ کے لیے ترک کر کے، شانِ فقر اختیار کرے، جس طرح فاروق اعظمؓ نے ترکِ دنیا کا نمونہ پیش کیا کہ وہ عرب، عجم، عراق، ایران، شام اور مصر کے فرماں روا تھے، اس کے باوجود اُن کے کُرتے میں پیوند لگے ہوئے تھے اور وہ چٹائی پر سوتے تھے۔ ایک اور مثال ترکِ دنیا کی یہ ہے کہ اورنگ زیب عالمگیر پچاس سال تک پورے ہندوستان کے حکمران رہے، لیکن شاہی خزانے سے ایک روپیہ بھی اپنی بسر اوقات کے لیے وصول نہیں کیا، بلکہ ٹوپیاں اور رومال سی کر اپنی روزی کا سامان مہیا کیا۔

2- اہلِ حلقہ سے مراد ہے، صوفیاء کی وہ جماعت جو خانقاہوں میں حلقہ باندھ کر ''ذکر'' کرتی ہے، لیکن شانِ فقر سے محروم رہتی ہے، بلکہ محکومی، افلاس اور مسکینی میں زندگی بسر کرتی ہے، اسی لیے اقبال اس قسم کے فقر سے بے زار ہیں۔

3- وہ قوم جس نے عالمگیر کی عظیم الشان سلطنت کو جو چاٹگام سے لے کر سومنات پٹن تک، اور کابل سے لے کر مدراس تک پھیلی ہوئی تھی، اپنی عیاشی اور بدکاری کی بدولت صرف 32 سال کی قلیل مدت میں ہمیشہ کے لیے فنا کر دیا، وہ کسی عزت کی مستحق نہیں ہو سکتی۔ وہ قوم نہ بادشاہت و سلطنت کی صلاحیت رکھتی ہے نہ فقر و درویشی کی۔

4- اگر ساقی میری طرف متوجہ نہیں ہے تو یہ کوئی رنجیدہ ہونے کی بات نہیں ہے، کیونکہ وہ جس قدر تغافل کرے گا، اُسی قدر اُس کی طرف میرا التفات زیادہ ہو گا، اور التفات کی یہ شدت یقیناً کامیابی کی ضامن ہے۔ مے خانے میں جتنا زیادہ وقت صرف ہو، مے خوار کے لیے قطعاً تکلیف دہ نہیں ہے۔ اسی طرح سالک شیخ کی صحبت میں جس قدر زیادہ وقت صرف کرے گا، اُس کے حق میں اتنا ہی مفید ہو گا۔ اگر شیخ متوجہ نہ ہو تو سالک اپنی ارادت کشی اور اس کی خدمت میں حاضر رہنے کی بدولت، یقیناً شیخ کی توجہ ایک نہ ایک دن اپنی طرف مبذول کر لے گا اور یہ توجہ کامیابی کی بنیاد اور ضمانت ہے۔

5- یہ شعر اقبال نے تصوف کے رنگ میں ڈوب کر لکھا ہے۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتی کے نزدیک اس شعر کا سمجھنا تصوف کے اس مسلّمہ اُصول کے سمجھنے پر موقوف ہے کہ ''لا تکرار فی التجلی'' ''یعنی اللہ کی تجلی میں تکرار نہیں ہوتی''۔ جگر مراد آبادی نے بھی اس مضمون کو بہت خوبصورتی کے ساتھ باندھا ہے:

وہ جلوہ کون ہے کہ مکرر کہیں جسے
وہ کون سی نظر ہے جو پہلی نظر نہیں

شاعر کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ ہر دفعہ نیا جلوہ ہوتا ہے، اس لیے ہر نظر پہلی نظر ہی ہوتی ہے۔ خواہ ہزار بار نظر کرو، ہر دفعہ نیا جلوہ نظر آئے گا۔ اس لیے ہر نظر ہر جلوے کو پہلی ہی مرتبہ دیکھے گی۔ کسی جلوے کو دوبارہ دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اقبال بھی اپنے دلکش اسلوب میں کہتے ہیں کہ حکیم، عارف اور صوفی سب ''مستِ ظہور'' ہیں، یعنی مشاہدہ تجلّی کی بنا پر عالمِ مستی میں ہیں، اور اس عالمِ مستی کی وجہ سے وہ اس حقیقت سے غافل ہو گئے ہیں کہ جسے وہ تجلّی سمجھ رہے ہیں، وہ تو عینِ مستوری ہے۔

6- اگر اللہ ہم سے راضی ہو تو تکلیف میں بھی راحت محسوس ہوتی ہے، لیکن اگر وہ راضی نہ ہو تو پھر ایک مسلمان کے زاویۂ نگاہ سے بادشاہت بھی ہیچ ہے، یعنی مومن کا مقصودِ حیات یہ ہے کہ اللہ اُس کی طرف ملتفت ہو۔ زندگی اگر اس حال میں بسر ہو رہی ہو کہ اللہ خوش ہے، تو بوریے پر ہفت اقلیم کی بادشاہت قربان ہے۔ لیکن اگر زندگی اس کی مرضی کے خلاف بسر ہو رہی ہے تو ساری دنیا بھی زیرِ نگیں ہو تو بیکار ہے۔

7- اے مسلمان! میں جب تجھ سے یہ کہتا ہوں کہ مغربی تہذیب تیرے حق میں مضر ہے تو تو مجھ سے ناراض ہو جاتا ہے، لیکن یہ کوئی بُرا ماننے کی بات نہیں ہے۔ اگر تجھے میرے قول کی صداقت میں شک ہے تو تجربہ کر کے دیکھ لے: ''فرنگ دل کی خرابی، خرد کی معموری۔'' یعنی مغربی تہذیب کی بدولت تو سائنس اور حکمت میں تو بہت ترقی کر لے گا، لیکن تیری روح مردہ ہو جائے گی۔ مغربی تہذیب کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان ذوقِ یقین سے بے گانہ ہو جاتا ہے۔ پس وہ عقل اور وہ حکمت کس کام کی جو تجھے اسلام سے برگشتہ کر دے۔

مذاہب کے درمیان ہم آہنگی

اور

انبیائے کرام کا احترام

ڈاکٹر اسرار احمد

موضوع زیر بحث کے اعتبار سے پہلی اہم بات یہ ہے کہ اسلام محض ایک مذہب نہیں بلکہ دین یعنی ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ مذہب عرف عام میں بعض عقائد، عبادات اور رسومات کا نام ہے جن کا تعلق انسان کی انفرادی زندگی سے ہوتا ہے جبکہ اسلام عقائد و رسومات کے ساتھ ساتھ ایک نظام عدل اجتماعی Politico-Socio-Economic سسٹم کا نام ہے۔ اسلام میں یقیناً مذہب بھی ہے لیکن نسبت و تناسب کے اعتبار سے ایمانیات کے بعد اصل اہمیت اسلام کی سیاسی، سماجی اور معاشی تعلیمات کی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ نظام کوئی بھی ہو، وہ اپنا غلبہ چاہتا ہے۔ نظام اگر نافذ العمل نہیں، اس پر عمل نہیں ہو رہا تو وہ محض ایک خیالی شے ہے، عملاً اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ مغلوبیت میں نہ تو نظام اپنی اصل حالت پر برقرار رہتا ہے نہ اس کے فوائد و ثمرات کا اندازہ ممکن رہتا ہے۔

تیسری بات یہ کہ نظام کوئی بھی ہو اور کتنا ہی اعلیٰ و ارفع ہو از خود قائم نہیں ہو جاتا بلکہ اسے ماننے والے جان اور مال کی قربانی دے کر اسے قائم کرتے اور قائم رکھتے ہیں۔ جیسا کہ خود نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے مسلسل جان و مال کی قربانی دے کر اسلام کا نظام عدل قائم کیا تھا اور اس کا بہترین نمونہ خلافت راشدہ کی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ نظام اگر عدل پر مبنی ہے تو اس سے ایک ایسا متوازن اور معتدل معاشرہ وجود میں آتا ہے جو نوع انسانی کے لیے مینارۂ نور کا کام دیتا ہے اور اس معاشرے کو دنیا میں عزت و وقار نصیب ہوتا ہے۔ گویا اصل ذمہ داری ہم مسلمانوں کی ہے، جو یہ یقین رکھتے ہیں کہ صرف اسلام ہی برحق دین ہے اور یہی دنیا میں عدل و انصاف اور امن و سکون فراہم کر سکتا ہے، مسلمانوں کے لیے لازم ہے کہ وہ اسلام کے نظام عدل کا عملی نمونہ پیش کریں۔ اس حوالہ سے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ وہ اسلام میں مذاہب کے درمیان اُس نوع کی ہم آہنگی کا کوئی تصور نہیں جو سیکولرزم کی بنیاد ہے اور جس میں تمام مذاہب محض ''مذاہب'' ہی رہتے ہیں اور نظام معاشرت و معیشت و سیاست سے آسمانی ہدایت کا کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ البتہ اگر دنیا میں کہیں اسلام کا حقیقی نظامِ معیشت و معاشرت و سیاست قائم ہو، تمام فیصلے کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے مطابق ہوں اور معاشرے میں اسلامی اقدار فروغ پا رہی ہوں تو اس نظام کے تحت دیگر مذاہب کے ساتھ یقیناً حد درجہ رواداری اور حسن سلوک کا معاملہ کیا جائے گا اور ان کے ماننے والوں کو پرسنل لاز (Personal Laws) میں اپنے اپنے مذاہب کے مطابق عمل کرنے کی مکمل آزادی ہوگی، اپنے بچوں کو مذہبی تعلیم و تربیت کی سہولت حاصل ہوگی اور مذہبی اور عبادت کے مقامات کو مکمل تحفظ دیا جائے گا۔ البتہ واضح رہے کہ بالاتر نظام یعنی لاء آف دی لینڈ (Law of the land) اسلام کا ہو گا۔ اسلام میں اجتماعیات کی سطح پر مذہبی آزادی اور رواداری کا یہی مفہوم ہے۔

اسی نسبت سے یہ واضح کرنا بھی ضروری ہے کہ آج دنیا میں اسلام بحیثیت نظام کہیں موجود نہیں۔ ہاں مسلمانوں کی آبادیاں اور حکومتیں ضرور موجود ہیں۔

آسمانی مذاہب اور پاکباز ہستیوں کی بے حرمتی کا حقیقی مجرم یہودی سازشی طبقہ ہے جو سیکولرازم، جمہوریت، حقوق نسواں، اباحیت پسندی اور آزادی رائے کے نام پر پوری دنیا کے ساتھ ایک شیطانی کھیل میں مصروف ہے

یہ امت کی موجودہ صورتحال میں سب سے بڑی بدقسمتی ہے۔ اس وجہ سے عام لوگوں کے ذہنوں میں اسلام کا صرف محدود مذہبی تصور باقی رہ گیا ہے۔ باقی معاشرت، معیشت اور سیاست کے باب میں اسلام کی تعلیمات کیا ہیں اور ان کی کیا اہمیت ہے، اس سے الا ماشاء اللہ اکثر مسلمانوں کو کوئی سروکار نہیں۔

اس وقت عالم انسانیت کا جائزہ لیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ سیکولرازم پر مبنی صیہونی نظریات کو پوری دنیا میں برتری اور بالادستی حاصل ہے۔ بظاہر مسلمان اور یہودی، دونوں عیسائی دنیا کے زیر تسلط ہیں لیکن حقیقت میں معاملہ اس سے مختلف ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ اس وقت پوری دنیا بشمول عیسائی اور مسلم ممالک کے، اُس شیطانی اور سازشی طبقے کی گرفت میں ہے جسے عرف عام میں صیہونی طبقہ کہا جاتا ہے۔ یہ طبقہ اصلاً سیکولر یہودیوں پر مشتمل ہے۔ ان کے علاوہ پروٹسٹنٹ عیسائیت اور فری میسنری نظریات کے حامل دیگر مذاہب کے ماننے والے بھی بڑی تعداد میں صیہونیت کے آلۂ کار ہیں جو انتہائی منظم انداز میں پوری دنیا کو معاشی شکنجے میں جکڑے ہوئے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نام نہاد سیکولرزم، جمہوریت، حقوق نسواں، اباحیت پسندی، آزادیٔ رائے اور اقلیتوں کے حقوق کے نام پر پوری دنیا کے ساتھ ایک شیطانی کھیل کھیلنے میں مصروف ہیں۔ یہ اصل میں وہ شیطانی ایجنڈا ہے جو ابلیس لعین نے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ شدید حسد کی بنا پر پوری انسانیت کو جہنم کا ایندھن بنانے کے لیے برپا کیا تھا۔ آج بدقسمتی سے اور ناواقفیت کی بنا پر پوری انسانیت، الا ماشاء اللہ، اس ایجنڈے کی لپیٹ میں آ چکی ہے اور یہ اسی کا مظہر ہے کہ دنیا میں اسلام سمیت دیگر مذاہب کا کوئی پرسان حال نہیں۔ نہ تو آسمانی مذاہب کے عقائد کا کوئی تقدس باقی رہا ہے اور نہ ہی اُن پاکباز ہستیوں کا جن سے نسبت انسانیت کا شرف سمجھا جاتا ہے۔ ایسا کیونکر ہوگیا؟ اوّلاً یہود، جو کہ سابقہ امت مسلمہ ہیں، اُن تعلیمات سے منحرف ہوئے جو ان کے انبیاء لے کر آئے اور بعد ازاں انہی کے نقش قدم پر دیگر مذاہب کے پیروکار (بشمول مسلمانوں کے) اس فتنے کے زیر اثر سیکولرزم، جمہوریت، حقوق نسواں، اباحیت پسندی، آزادیٔ رائے اور اقلیتوں کے حقوق وغیرہ کے چکر میں آ کر ان تعلیمات سے بیگانہ ہوتے چلے گئے جو اللہ نے ان کی ہدایت کے لیے نازل کی تھیں۔

اللہ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ جس قوم یا نسل کو منصب ہدایت پر فائز کرتا ہے تو اگر وہ قوم اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے سے غفلت برتے تو پھر لازماً اللہ کی طرف سے اُس قوم پر مختلف قسم کے عذاب نازل کیے جاتے ہیں۔ اس حقیقت کو سامنے رکھیں تو ہمیں اس سوال کا جواب بالکل واضح طور پر مل جاتا ہے کہ

یہودیوں کو تعداد میں کم ہونے کے باوجود آج دنیا میں ان مشکلات اور مصائب کا سامنا کیوں نہیں جن کا ہم مسلمانوں کو کثیر تعداد میں ہونے کے باوجود سامنا ہے۔ ٹھیک ہے کہ اس کی بظاہر ایک وجہ یہ ہے کہ یہودیوں کے سیکولر صیہونی طبقہ نے عیسائیوں کے ساتھ مل کر بعض عارضی مصلحتوں کی بنا پر مسلمانوں کے خلاف گٹھ جوڑ کر لیا ہے' لیکن اس صورتحال کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم مسلمان نبی آخر الزماں ﷺ کے اُمتی ہونے کے ناطے دین اسلام کے علمبردار (Flag Bearer) ہیں۔ لہٰذا دین اسلام کی دعوت و تبلیغ اور بطورِ نظام حیات اس کی سربلندی قائم کرنا ہمارا فرضِ منصبی ہے جس سے انحراف کی یہ سزا ہے جو دنیا میں ہمیں مل رہی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وقت آنے پر اسی قانون کے تحت یہودیوں کو بھی ان کے حصہ کی وہ آخری سزا ملنے والی ہے' جس کی خبریں احادیث صحیحہ میں ملتی ہیں۔

یہود و نصاریٰ کی طرف سے آئے روز اسلام اور نبی اسلام ﷺ کے بارے توہین آمیز واقعات اصل میں مسلمانوں کے خلاف نفرت اور حقارت کا مظہر ہیں' اور شاید اللہ کو بھی ہماری یہی آزمائش مقصود ہے کہ کیا ہم ان واقعات کو دیکھ کر یونہی خواب غفلت کا شکار رہتے ہیں یا ہوش میں آتے ہیں اور اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کے لیے کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ بہر حال مذاہب کے درمیان ہم آہنگی ہماری بے عملی اور اسلام سے دوری کا حل نہیں' نہ ہی اس سے انبیاء کرامؑ کے احترام میں اضافہ ہو سکتا ہے۔

پریس ریلیز

12 اپریل 2006ء

اسلام دشمن بیرونی عناصر فرقہ وارانہ تعصبات کو ہوا دے کر اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کر رہے ہیں

حافظ عاکف سعید

امیر تنظیم اسلامی پاکستان حافظ عاکف سعید نے 12 ربیع الاوّل کے دن کراچی میں ہونے والے بم دھماکے کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا کہ غیر ملکی اسلام دشمن عناصر مسلمانوں میں فرقہ وارانہ تعصبات کو ہوا دینے اور اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے ایسا کر رہے ہیں۔ انہوں نے اس سانحہ میں ہلاک ہونے والوں کے لیے دعائے مغفرت کی اور زخمیوں کے ساتھ اظہارِ ہمدردی کرتے ہوئے کہا کہ موجودہ حکومت ملک میں امن و امان برقرار رکھنے میں بُری طرح ناکام ہو چکی ہے اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کی غفلت کی وجہ سے آئے روز ملک میں دہشت گردی کے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔

پریس ریلیز

14 اپریل 2006ء

میڈیا ٹرائل کے ذریعے مسلمانوں پر دہشت گردی کا لیبل لگایا جا رہا ہے

حافظ عاکف سعید

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے دہلی کی جامع مسجد میں بم دھماکوں پر اظہار افسوس کیا اور کہا کہ پوری دنیا کے مسلمان دہشت گردی کی لپیٹ میں ہیں لیکن میڈیا ٹرائل کے ذریعے دہشت گردی کا لیبل الٹا مسلمانوں پر چپکایا جاتا ہے۔ انہوں نے دھماکوں میں زخمی ہونے والے مسلمانوں سے اظہار ہمدردی کیا اور حکومت ہندوستان سے مطالبہ کیا کہ اس واقع میں ملوث افراد کو جلد از جلد گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دی جائے۔

(جاری کردہ: شعبہ نشر و اشاعت)

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید کے رواں ہفتہ اخبارات کے نام پریس ریلیز

بقیہ: اداریہ

لیکن آج پسماندہ پاکستان کیا چاند پر قدم رکھنے والے اور دنیا بھر کو چند سیکنڈ میں تباہ و برباد کرنے کی قوت رکھنے والے بھی اپنے شہر نیویارک میں رات کی سیکیورٹی یعنی شہریوں کو رات بھر تحفظ دینے سے اعلان برأت کر رہے ہیں۔ ہم پاکستانی مسلمان قرآن سے کاروباری تعلق قائم کیے ہوئے ہیں' مثلاً یہ کہ کون سی آیت سے مریض کو شفا ہو جائے گی' کون سی آیت سے رزق میں اضافہ ہوگا' قرض اتر جائے گا' کون سی آیات سے بلائیں اور مصائب دور ہو جائیں گے وغیرہ وغیرہ۔ یقیناً اللہ رب العزت اپنے کلام کو ہمارے دنیوی دلدّر دور کرنے کا ذریعہ بھی بناتا ہے لیکن قرآن تو اصلاً اس لیے نازل ہوا تھا کہ ہم اُسے اپنا امام بنائیں' جس کا حکم دے وہ کر گزریں اور جس سے روکے رک جائیں۔ صحابہؓ کی قرآن کی پیروی پر نگاہ ڈالئے' شراب کی اجازت ہے تو پی جا رہی ہے' روکا جاتا ہے تو شہر کی نالیاں سرخ ہو جاتی ہیں۔

یہاں یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ کیا صرف پاکستان کے مسلمان نافرمان اور تارکِ قرآن ہیں۔ جواب یہ ہے کہ اگر دوسرے اسلامی ممالک میں احکام قرآن سے روگردانی ہو رہی ہے تو وہ کون سے اچھی حالت میں ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ستاون مسلم ممالک میں سے پاکستان واحد ملک ہے جو اسلام کے نام پر قائم ہوا' جس کا مطلب ہی لا الہ الا اللہ بتایا گیا تھا۔ بانیٔ پاکستان نے قیام پاکستان سے پہلے قرآن کو پاکستان کا آئین قرار دیا تھا۔ اے مسلمانانِ پاکستان! ہمارے لیے فرار کا کوئی راستہ نہیں۔ دہشت گردی ختم کرنا ہے تو قرآن کی طرف آؤ۔ غیروں کی غلامی کا قلادہ گردن سے اتارنا ہے تو قرآن کی طرف بڑھو۔ ظلم سے نجات اور عدل کا قیام مقصود ہے تو قرآن کو اپناؤ۔ دنیا میں عزت اور توقیر اور آخرت میں نجات کے خواہش مند ہو تو قرآن سیکھو اور سکھاؤ۔ یاد رکھو! اگر تم نے قرآن سے منافقانہ طرزِ عمل قائم رکھا یعنی اُسے چومتے چاٹتے تو رہے لیکن عملی زندگی سے خارج رکھا تو جان لو کراچی کا 12 ربیع الاوّل کا سانحہ اختتام نہیں آغاز ہے۔

دنیائے اسلام کی حالت زار

بنو امیہ سے بنو فاطمہ تک

حضرت عمرؓ کے سامنے بیت المقدس کا عظیم شہر تھا۔ جو مسلمانوں کا قبلہ اوّل عیسائیوں کے لیے حضرت عیسیٰؑ کی جائے ولادت یہودیوں کے لیے ارض موعود اور انبیائے کرام کا شہر ہے۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ یہودیوں کو مصر سے نکال کر یہیں لائے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کو صلیب دینے کا واقعہ جس کی کوئی اصل نہیں یہیں پیش آیا تھا' جس کی بناء پر کلیسائے قیامت تعمیر کیا گیا۔ محراب داؤدؑ، صخرہ یعقوبؑ، دیوار گریہ ہیکل سلیمانی...... الغرض اس شہر کے ذرہ ذرہ دیوار پر روحانیت کی تاریخ نقش تھی۔ معراج پر آنحضورﷺ یہیں سے تشریف لے گئے تھے' اور یہیں آپؐ کی امامت میں انبیائے کرام نے نماز پڑھی تھی۔ رسول کریمﷺ کے بعد حضرت عمرؓ پہلے مسلمان تھے جنہوں نے یہاں نماز کی امامت کی۔

حضرت عمرؓ بیت المقدس کے مسیحی متبرک مقامات کو دیکھ رہے تھے کہ نماز کا وقت آ گیا۔ بطریق نے وہیں جائے نماز بچھا دی کہ نماز ادا کر لیں' لیکن حضرت عمرؓ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور کہا:

> ''اگر میں نے یہاں نماز پڑھی تو آئندہ مسلمان اس کی سند پکڑیں گے اور مسیح سے منسوب اس معبد کو ڈھا کر مسجد بنا ڈالیں گے۔''

حضرت عمرؓ نے مسجد الاقصیٰ کے قریب ایک مقام پر نماز ادا کی۔ چنانچہ اس جگہ پر انہی کے نام سے مسجد بنائی گئی جو آج تک قبۃ الصخرہ کے پاس اُسی طرح موجود ہے اور مسجد عمرؓ کے نام سے مشہور ہے۔

بنوامیہ کا عہد خلافت

اکثر عیسائی مؤرخ تعصب' انتقامی جذبے اور غصے سے مسلمانوں کو کافر' مسیح کا دشمن اور ایسے ہی عجیب اور رنج دہ ناموں سے یاد کرتے ہیں اور عیسائیوں میں مسلمانوں کے خلاف زہر پھیلاتے ہیں' لیکن بیت المقدس پر مسلمانوں کے قبضے کے بعد عیسائیوں کو جو آرام و آسائش آزادی' نصیب ہوئی' وہ مشکل ہی سے کسی عہد میں نصیب ہو سکی۔ مگر یہ صحیح ہے کہ مسلمانوں میں عنانِ اقتدار و حکومت ہمیشہ اچھے ہاتھوں میں نہیں رہی۔ بنی امیہ کی خلافت کے ابتدائی زمانے میں بھی شام و فلسطین میں جو امن اور آسائش پھیلی ہوئی تھی' اُس کی تصدیق خود عیسائی مؤرخ آرچر عیسائی حاجیوں کی زبان سے تفصیل کے ساتھ کرتا ہے۔ فرانسیسی مؤرخ مجاڈ صرف بنی اُمیہ کے آخری خلیفہ مروان ثانی کو عیسائیوں کے حق میں ظالم و جابر بیان کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

> ''جب مروان ثانی کو اُس کے تمام اہل خاندان کے ہمراہ دشمنوں نے مغلوب کر لیا تو عیسائی اور مسلمان دونوں اللہ کا شکر کرنے میں شریک ہوئے کہ اُس نے مشرق کو اُس کے ظلم وستم سے بچا لیا۔''

خلافت راشدہ کے زمانے کی مبارک فتوحات انتہائی حیرت انگیز ہیں' لیکن صرف چالیس سال کا مختصر سا عرصہ اُس مبارک عہد کو ملا۔ اُس کا اتنی جلدی ختم ہو جانا بھی انتہائی افسوس ناک ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ بنی اُمیہ کے عہد خلافت میں اسلامی فتوحات میں بے مثال ترقی ہوئی۔ قتیبہ نے چین کی حدود تک اسلامی مملکت میں توسیع کی اور تمام وسط ایشیا میں اسلام کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ محمد بن قاسم اپنی ظفر مند جماعت کے ساتھ سندھ کو فتح کر کے ملتان پر چڑھ آیا۔ مغرب میں موسیٰ اور طارق

حضرت عمرؓ بیت المقدس کے مسیحی متبرک مقامات کو دیکھ رہے تھے کہ نماز کا وقت آ گیا۔ بطریق نے وہیں جائے نماز بچھا دی کہ نماز ادا کر لیں' لیکن حضرت عمرؓ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا

نے صرف افریقہ کو فتح کر لینے پر اکتفا نہ کیا' بلکہ ہسپانیہ جیسے یورپ کے وسیع ملک کو بنی اُمیہ کی عظیم الشان خلافت میں داخل کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ولید بن عبدالملک (متوفی 715ء) کی عظمت و تدبر نے بنی اُمیہ کے دامن پر سے بہت سے بدنما دھبے مٹا دیئے تھے۔ سر ولیم میور نے بڑے انصاف سے لکھا ہے:

> ''تمام اسلامی خلفاء میں ولید کے برابر نامور اور طاقتور خلیفہ نہیں گزرا ہے۔ چین کی حدود اور سندھ کے کناروں سے لے کر بحر ظلمات تک اُس کا لفظ قانون تھا۔''

بنی عباسیہ کا عہد خلافت

بنی اُمیہ کی خلافت کو 90 برس کی عمر میں گویا جوانی سے پہلے مرجانا پڑا اور خلافت کے لیے بنی عباس کی باری آئی۔ ہارون اور مامون کی ترقیوں نے تمام دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا' لیکن ان ترقیوں سے بڑھنا عباسیہ کو پھر نصیب نہ ہوا۔ مامون الرشید کے جانشین معتصم باللہ کے بارے میں مسلمان مؤرخوں نے یہ رائے قائم کی کہ اُس نے سب سے بڑی اور مہلک غلطی یہ کی کہ امورِ خلافت میں ترکوں کا عمل دخل بڑھا دیا اور عربوں کو اس قدر بے دل اور بدگمان کر دیا کہ وہ آخر کار خلافت اسلامیہ کو اجنبیوں کے ہاتھوں میں چھوڑ کر از سرِ نو بدویانہ زندگی بسر کرنے کے واسطے واپس عرب چلے گئے۔ معتصم باللہ نے بغداد کے عربوں کی آبادی سے قطع تعلق کر کے ایک نئی بستی سامرہ آباد کر کے اُس میں سکونت اختیار کرنے سے اپنے آپ کو اور خلافت کو بالکل ہی ترکوں کے ہاتھوں میں ڈال دیا۔ عربوں کی ناراضی نے اُسے کئی دفعہ اپنی غلطیوں سے آگاہ ہونے کا موقع دیا' مگر وہ ہر موقع پر عربوں سے زیادہ دور اور ترکوں سے زیادہ قریب ہوتا گیا' آخر کار فتوحات کا سلسلہ بھی رُک گیا۔ معتصم باللہ کا جانشین واثق باللہ جب خلافت پر متمکن ہوا (842ء) تو چاروں طرف بغاوتیں تھیں' ہنگامے تھے' فسادات تھے' جو خلافت کے لیے سخت نقصان اور زوال کا سبب بن رہے تھے۔ اس کے بعد خلافت میں شخصی برائیوں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ بعض اوقات خلیفوں کے ذاتی مذہبی خیالات عوام کے لیے وبال جان بن جاتے تھے جس کی وجہ سے مسلمان' عیسائی اور یہود سب یکساں تکلیف اور زحمت اٹھاتے تھے۔ بعض خلفاء کی عیاشی اور فضول خرچی خلافت اور عوام دونوں کی بربادی کا باعث ہوتی تھی۔

غرض عباسی خلافت کے زوال کے سامان پیدا ہو گئے تھے۔ خلافت اپنے وزیروں کے ہاتھ میں ایک کھلونا بن گئی تھی اور خلافت کی بجائے وزارت ہی طاقت کا مرکز بن گئی۔ وزارت کے حصول کے لیے خلافت سے جھگڑے اور لڑائیاں ہوتی تھیں۔ وزارت کے طاقتور ہو جانے سے خلافت کی جان پر بنی رہتی تھی۔ طاقتور وزیر جس شخص کو اپنے ڈھب کا پاتا تھا' خلیفہ بنا لیتا تھا' اور پہلے خلیفہ سے خلافت ہی کو نہیں دنیا کو پاک کر دیتا تھا۔

چنانچہ واثق باللہ کے جانشین المتوکل کو اس کی ناپسندیدہ حرکات سے تنگ آ کر خود اس کے بیٹے المنتصر باللہ نے قتل کرا دیا۔ اُس کو بھی اپنی باری پر بے وقت اور غیر طبعی موت کا شکار بننا پڑا۔ المنتصر کے بیٹے مستعین باللہ کو ترکوں نے اُس کے بعد خلیفہ بنایا تو اُس کے چچا معتضد باللہ نے بھتیجے کو قتل کرا دیا۔ المعتز باللہ نے خلافت کا لباس پہن کر ترکوں کے ہاتھ سے اُسے قید خانے میں محبوس کر دیا۔ مہتدی باللہ نے خلافت پر متمکن ہونے کے بعد (869ء) ترکوں سے نجات حاصل کرنے اور بگڑی ہوئی خلافت کو سنبھالنے کی کوشش کی اور اسی جرم میں قتل ہوا۔ معتمد باللہ (متوفی 870ء) اس سبب سے مرا کہ اُس نے حکومت میں ترکوں سے کچھ مزاحمت نہ کی۔ 892ء میں اُس کا بیٹا المعتضد باللہ اور چار سال کے بعد اُس کا بیٹا مکتفی باللہ خلافت پر مامور ہوئے' لیکن دونوں کو روپیہ جمع کرنے کی ہوس تھی' اور وہ خاموشی سے

اس مشغلے میں مصروف رہے۔

مکتفی باللہ کا بیٹا مقتدر باللہ چوبیس سال تک مقتدر رہنے کے بعد قتل کیا گیا' اور اُس کے بیٹے قاہر باللہ نے ایک سال کے اندر اندر خلافت کے ساتھ اپنی آنکھیں بھی کھودیں۔ متقی باللہ نے بھی اندھا ہو کر خلافت سے نجات پائی۔ اُس کے وقت میں اتنی تبدیلی ضرور ہوئی کہ وزارت ترکوں کے ہاتھ سے نکل کر دیالمہ کے ہاتھ میں چلی گئی۔ مکتفی باللہ نے بھی آنکھیں دے کر چندروزہ زندگی خریدی۔

خلیفہ مطیع باللہ (متوفی 974ء) نے تو وزارت کی اطاعت سے اپنے آپ کو اسم بامسمیٰ کر لیا۔ اس کے بیٹے الطائع باللہ کو بہاؤ الدین دیلمی نے خلافت سے ہٹا کر اُس کے بیٹے قادر باللہ کو خلیفہ مقرر کیا۔ قادر باللہ کے دم سے چند روز کے لیے خلافت میں جان پڑتی ہوئی نظر آتی' مگر خلافت کو سنبھالنے کی اس قسم کی ضعیف کوششیں اُس زوال اور بربادی کے اسباب کے مقابلے میں' جنہوں نے خلافت عباسیہ کو مکمل طور پر گھیر لیا تھا' کچھ کارآمد نہ ہو سکتی تھیں...... قادر باللہ کے بعد اُس کے بیٹے قائم بامر اللہ کے عہد میں دیالمہ (آلِ بویہ) کا خاندان بالکل تباہ ہو گیا' اور ترک سلجوقیوں کی عظیم الشان سلطنت (سلاجقہ) نے سر اٹھایا۔

خلیفہ مستعصم باللہ کے دور میں مسلمانوں کی خانہ جنگیوں اور شیعہ سنی تنازعات نے ہلاکو خان کے ہاتھوں بڑی بے دردی کے ساتھ خلافت کا خاتمہ کرا دیا

سلجوقیوں کی حکومت

ادھر مصر سے عباسیہ کا نام ہی مٹ گیا تھا اور وہاں اُس کی رقیب بنی فاطمہ کی خلافت برابر ترقی کر رہی تھی۔ یہاں تک کہ بنی فاطمہ کی خلافت قائم بامر اللہ (1022ء) کے عہد میں شام کو روندتی ہوئی' خود امرائے بغداد کی حمایت اور بلاوے سے بغداد پہنچ گئی اور سال بھر تک بغداد میں مستنصر علوی فاطمی کا خطبہ پڑھا گیا۔ یاد رہے کہ اُسی عہد میں محمود غزنوی ہندوستان پر پے در پے حملے کر رہا تھا۔ ایک سال بعد طغرل سلجوقی نے فاطمیوں کو بھگا کر قائم بامر اللہ کو پھر خلافت پر قائم کیا۔ مقتدی باللہ کے زمانے (1075—1094ء) کی البتہ یہ ایک بڑی خصوصیت ہے کہ طغرل سلجوقی اور الپ ارسلان سلجوقی کے جانشین ملک شاہ سلجوقی کی عظیم الشان سلطنت میں چندروز اُس کا نام لیا جاتا تھا جس نے ایک دفعہ پھر چین کی حدود سے مغربی سمندر تک اسلامی پرچم لہرا دیا تھا۔ اہلِ روم کی سلطنت پھر مسلمانوں کے پاؤں کے نیچے نظر آتی تھی' اور شام اور بیت المقدس بھی کچھ عرصے کے واسطے بغداد سے متعلق ہو گئے تھے۔

مقتدی باللہ کے بیٹے مستظہر باللہ کے عہد میں (1096ء) میں پہلی صلیبی جنگ ہوئی تھی۔ اُس پُرآشوب زمانے میں سلجوقی بھی ہمیشہ نہیں رہنے والے تھے' اور خوارزم شاہیوں کی بڑھتی ہوئی طاقت سے مقابلے کے لیے چنگیز خانی ترک سر اٹھا رہے تھے۔

"خلافت" کی اصل حقیقت ایک عرصے سے ایک مقدس نام کے سوا کچھ نہیں رہ گئی تھی' جس سے مختلف اقوام کے سلاطین' جو پہلے بغداد سے باہر اور بعد ازاں بغداد ہی میں حکومت کرتے تھے' خلافت کے نام سے عوام کی حمایت کا فائدہ اٹھاتے تھے۔ خلافت کی غرض و غایت اب صرف یہی باقی رہ گئی تھی۔ مقتدی باللہ کے بعد اسی قسم کے نام نہاد نو خلیفہ (1094—1242ء) عباسی خلافت کی یادگار کے طور پر بغداد میں نظر آتے اور آخر کار عباسیہ کے 37ویں خلیفہ مستعصم باللہ کے وقت میں مسلمانوں کی خانہ جنگیوں اور شیعہ سنی کے تنازعات نے ہلاکو خان کے ہاتھوں بڑی بے دردی کے ساتھ خلافت کا خاتمہ کرا دیا (1258ء) بت پرست تاتاری ہلاکو نے طویل محاصرے کے بعد ابن علقمی وزیر کی غداری اور نصیر الدین طوسی کی ترغیب پر شہر بغداد کو فتح کر لیا۔ سارے شہر کو قتل عام کے بعد نذرِ آتش کر ڈالا اور 14 صفر 656 ہجری (1258ء) کو خلیفہ مستعصم باللہ کو بھی شہید کر دیا۔ اسی حادثہ پر سعدی شیرازی نے وہ نظم لکھی' جس کا پہلا شعر یہ ہے:

آسماں را حق بود گر خون بیارد زمین
برزوالِ ملک مستعصم امیر المومنین

بنی فاطمہ کی مصری خلافت

خلافت عباسیہ کے آخری چار پانچ خلفاء کا پُرآشوب اور ضعیف زمانہ تھا' جب عیسائیوں نے صلیبی جنگوں کے لیے متحد ہونا شروع کیا اور ہتھیار اُٹھائے اور شام پر حملہ کرنے کی جسارت کی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ خلافت عباسیہ کی کمزوری پر ہسپانیہ' افریقہ اور مصر کی خلافتوں کے علاوہ' جن کو عباسیہ کے نیک و بد سے سوائے بداندیشی کے اور کوئی کام نہ تھا' خلافت بغداد کے گرد اور اس کے باہر اور اندر مسلمانوں کی بڑی بڑی مضبوط سلطنتیں قائم ہوئیں جو خود ہی اسلامی طاقت کی ضمانت تھیں۔ طاہریہ' صفاری' سامانیہ' غزنویہ' دیالمہ' سلجوقیہ اور خوارزمیوں' کرمانیوں اور اتابکوں کی حکومتیں اور سلطنتیں' جن میں محمود غزنوی' الپ ارسلان اور ملک شاہ جیسے عظیم الشان فاتح پیدا ہوئے' اپنی اپنی باری پر قائم ہوئی تھیں' اور اسی طرح اپنی اپنی باری پر یکے بعد دیگرے مٹ چکی تھیں۔

جب صلیبیوں کا پہلا حملہ ہوا' بغداد کی برائے نام اسلامی خلافت میں ہر صوبہ' ہر شہر اور ہر قصبہ اپنی اپنی خود مختاری کا بگل بجا رہا تھا

جب صلیبیوں کا پہلا حملہ ہوا ہے' اُس وقت شام اور بیت المقدس پر بنی فاطمہ کا تسلط تھا۔ مغرب کے بنی فاطمہ کو بغدادی عباسیوں سے اور عباسیوں کو فاطمیوں سے کوئی ہمدردی نہ تھی۔ مشرق میں چنگیز خانی تاتاری ترکوں کی فتوحات چاروں اطراف پھیل رہی تھیں۔ بغداد کی برائے نام اسلامی خلافت میں ہر صوبہ' ہر شہر اور ہر قصبہ اپنی اپنی خود مختاری کا بگل بجا رہا تھا اور یورپ کے عیسائیوں کو شام پر حملہ کرنے کے لیے اس سے بہتر موقع نہیں ہو سکتا تھا...... شام کی تاریخ کو اگر دنیائے انسانیت کی تاریخ کا خلاصہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اس ملک کو اقوام عالم کی ملاقات گاہ بنایا ہے۔ یورپ' ایشیاء اور افریقہ کے براعظموں کو ایک دوسرے سے علیحدہ رکھنے میں کامیاب ہونے کی بجائے شام و فلسطین کو دنیا کی غالب اقوام' مذاہب اور تہذیبوں کی رزم گاہ بننا پڑا ہے۔ بابلی' حتی' مصری' شامی' ایرانی' یونانی' رومی اور مسلمانوں میں سے بھی ہر ایک غالب قوم خواہ عرب ہو یا ترک' سب کے سب اپنی اپنی باری پر اِس سرزمین کے مالک و مختار بننے کے لیے لڑتے جھگڑتے نظر آتے ہیں۔ مذاہب نے بھی اسی خطے کو سب سے زیادہ اپنے لیے پسند کیا ہے۔ اسی چیز نے اِس کی خاک کی جڑوں تک کو انسان کے خون سے نہلایا ہے' لیکن یورپ کو (اور یورپ کے ذریعے سے امریکا کو) اوّل و آخر ہر موقع پر اس مقدس خطے کا شکرگزار ہونا چاہئے کہ جہاں اُن کے رُوحانی مسیحا حضرت عیسیٰ کا فیضان اسی پاک سرزمین سے اُن کو پہنچا ہے۔

شام سے نکل کر اب مصر میں آیئے۔ مصر 869ء تک بغداد کے زیر حکومت رہا۔ خلیفہ معتمد علی اللہ کے وقت میں (870—892ء) ایک شخص احمد بن طولون نے خلافت عباسیہ سے منحرف ہو کر مصر کو علیحدہ کر لیا۔ مگر 905ء میں خلیفہ مکتفی باللہ کے عہد میں مصر پھر خلافت عباسیہ کے تابع ہو گیا' لیکن 935ء سے 968ء تک آلِ آخشید یہ اس پر حکمران رہے اور اُن کے بعد بنی فاطمہ نے اس پر غلبہ حاصل کیا۔ بنی فاطمہ کی حکومت ایک وقت میں فرات سے لے کر قیروان تک پھیلی گئی تھی' مگر آخرکار اپنے وزیروں کا محکوم بن کر رہنے میں اُس کی قسمت خلافت عباسیہ سے مختلف نہ رہی۔

بنی فاطمہ کی مصری خلافت کا بانی عبید اللہ مہدی جو پہلی صلیبی جنگ کے وقت بیت المقدس کا حاکم و مالک تھا' ایک عجیب شخص اور عجیب عقائد کا حامل تھا۔ وہ شہر اہواز صوبہ خورستان (ایران) کا باشندہ تھا۔ یہ شیعہ اور شیعوں کی اولاد تھا اور ایران کے عرب فاتحین کا دشمن تھا۔ اُس نے اپنے عجیب اور لایعنی عقائد کی تعلیم خفیہ طور پر پھیلانی شروع کی۔ اُس کا دعویٰ تھا کہ وہ آنحضور ﷺ کے نواسوں کی اولاد میں سے ہے۔ شیعوں کے

(باقی صفحہ 19 پر)

انسان حاکم نہیں، خلیفہ ہے!

رحمت اللہ بٹر

اللہ تعالیٰ کی طرف سے پوری انسانیت کے لئے جو دین الحق نازل فرمایا گیا ہے اس کی رو سے زمین پر عدلِ اجتماعی تبھی قائم رہ سکتا ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ کو تسلیم کر لے اور اس کے احکامات کو نافذ کر کے حقِ خلافت ادا کرے۔ دنیا میں فساد جب بھی پیدا ہوا ہے بعض انسانوں کے حاکمیت کے دعوے کی بنیاد پر ہوا ہے۔ ایسے انسان خود حاکم بن کر انا ربکم الاعلیٰ کا دعویٰ کرتے رہے اور اپنے اور اپنے حواریوں کے لئے خاص اختیار حاصل کر کے باقی انسانیت کو غلام بنا کر زندگی گزارتے رہے ہیں اور اس کے پس پردہ اصل گمراہی یہ ہوتی ہے کہ انہیں کسی دوسری زندگی کا یقین اور اپنے خالق کے سامنے پیش ہو کر محاسبہ کا خیال تک نہیں ہوتا ہے۔ اسی نظریہ پر آج پوری انسانیت کے حکمران عمل پیرا ہیں اور اسلام کے نام لیواؤں اور دیگر مذاہب کے پیروکاروں میں اس لئے کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا۔

اصل خرابی یہی فساد ہے جس کے خاتمے اور راہ ہدایت عطا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ رسولوں کو ہدایت اور میزان دے کر بھیجتا رہا ہے تا کہ انسان اپنی حاکمیت کو چھوڑ کر اللہ کی حاکمیت پر مبنی نظامِ عدل وقسط قائم کریں۔ کیونکہ جب تک باطل نظام ختم نہ ہو اور انسان اپنی حاکمیت سے دستبردار ہو کر اللہ تعالیٰ کا نظام عدل وقسط قبول نہ کریں تبدیلی ممکن نہیں ہوتی۔ آج بھی اصل برائی یہی ہے جس کی بنیاد پر دنیا پر ہر قوت والا اپنی قوت کے نشے میں تمام اقوام کو اپنا غلام بنانا چاہتا ہے اور یہی خواہش ہر قوم کے حکمران کی زندگی کا مدعا بنی ہوئی ہے۔

سب سے زیادہ افسوس تو ان حکمرانوں پر ہے جو خود کو دین اسلام کے حامل بھی قرار دیتے ہیں لیکن پھر مغرب کے دیئے ہوئے دین کو دین الحق پر مسلط کرنا چاہتے ہیں اور دلائل بھی وہی نامعقول دیئے جا رہے ہیں جو پہلے حکمران دیا کرتے تھے کہ دین الحق قبول کرنے سے ہم تنہا ہو جائیں گے اور پیچھے رہ جائیں گے۔ کیونکہ اصل زندگی اسی دنیا کو سمجھ لیا جاتا ہے اور یہاں کی آسائشیں ہی حاصلِ زندگی سمجھی جاتی ہیں۔

قرآن مجید میں اس بارے میں واضح فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین الحق بھیجا ہی اس لئے ہے کہ اسے دین یعنی بطور دستورِ زندگی قبول کیا جائے اور پہلے دین بھی اس کے تابع ہو کر رہیں اور اگر اسے قبول نہ کریں تو اپنے اپنے دین کو مذہب بنا لیں لیکن اجتماعی نظام اس کے تابع ہونا چاہئے۔ فرمایا:

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿٢٩﴾﴾ (التوبہ)

''جو لوگ اہل کتاب میں سے اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روز آخرت پر (یقین رکھتے ہیں) اور نہ اُن چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کی ہیں اور نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں اُن سے جنگ کرو یہاں تک کہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔''

آج سوچنے کی بات ہے کہ دین الحق کہاں ہے اور آیا ہم امریکہ کے دین الجمہور کو دینا قبول کر کے اور اپنے دین الحق کو مذہب بنا کر جزیہ دے کر زندگی نہیں گزار رہے؟

باطل کے اقتدار میں تقویٰ کی آرزو
کتنا حسین فریب ہے جو کھا رہے ہیں ہم

اسلام کے نظام زندگی کے ضمن میں پہلی بات تو یہ واضح ہونی چاہئے کہ اسلام محض مذہب ہے نہیں' بلکہ دین ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کی سیاست، معیشت اور معاشرت کے جملہ معاملات اِسی کے مطابق ہونے چاہئیں۔ مذہب یعنی عقیدہ، عبادات و چند رسومات کے مجموعے کو اسلام قرار دے لینا وہ فکری انتشار ہے جس میں آج کے مسلمانوں کی اکثریت مبتلا ہے۔ اسلام تو وہ دین الحق اور الھدیٰ ہے جو اجتماعی زندگی میں صرف عدل وقسط قائم کرنے کا ہی حکم نہیں دیتا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے باقی دینوں پر بھی غالب کرنے کے لئے آخری ضابطہ حیات بنا کر بھیجا ہے۔ چنانچہ یہی بات نبی اکرم ﷺ کے مقصد بعثت کے حوالے سے بیان فرمائی گئی:

﴿هُوَ الَّذِىْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ (الفتح:28)

یعنی ''وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت (کی کتاب) اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے۔''

ریاست اور حکومت جب تک ایک نظریہ پر نہ ہوں تو دنیا میں ظلم اور بے انصافی کا دور ہوتا ہے اور حکومت صرف چنگیزی کی صورت ہوتی ہے اور اسلام کو غالب نہ کیا جائے تو اللہ کی حکمرانی کی بجائے انسانی حاکمیت کی بھینٹ چڑھ کر دنیائے انسانیت فساد کی آماجگاہ بن جاتی ہے' غیر مسلم تو کجا خود مسلمان مسلکوں کی بنیاد پر ایک دوسرے کے دشمن بن جاتے ہیں اور طاغوت کی حکمرانی کو قبول کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ آیاتِ قرآن صرف تلاوت کرنے کے لئے رہ جاتی ہیں جبکہ امت مسلمہ کی ذمہ داری نظام عدل وقسط کو نافذ کرنا ہوتا ہے۔

آیئے! اس دین الحق کو غالب اور بحیثیت امتی اپنی ذمہ داری ادا کرنے کے لئے ہم خود بھی پورے کے پورے دین میں داخل ہو جائیں اور پھر اس کے داعی بنیں اور اس دین کو پاکستان میں نافذ کرنے کی اجتماعی جدوجہد کے ساتھی بن جائیں تا کہ اللہ کی حاکمیت قائم ہو اور سارے ریاستی وحکومتی معاملات انسانی خلافت یعنی خلافت راشدہ کی طرز پر ہو جائیں۔

> دنیا میں فساد جب بھی پیدا ہوا ہے بعض انسانوں کے حاکمیت کے دعوے کی بنیاد پر ہوا ہے۔ ایسے انسان خود حاکم بن کر انا ربکم الاعلیٰ کا دعویٰ کرتے اور دوسرے انسانوں کو اپنا محکوم اور غلام بناتے رہے ہیں

بعثت انبیاءؑ کا اساسی مقصد' بعثت محمدیؐ کی اتمامی و تکمیلی شان سے آگاہی کے لیے
مطالعہ کیجیے فکر انگیز تصنیف
نبی اکرم ﷺ کا مقصد بعثت
از **ڈاکٹر اسرار احمد**
اشاعت خاص: 40 روپے' اشاعت عام: 15 روپے

لو ہم بھی چلے آپریشن تھیٹر!

قاضی عبدالقادر

یہ کوئی دو برس پہلے کی بات ہے۔ میرے پیٹ میں درد ہوتا رہتا تھا۔ ڈاکٹر کو دکھایا' اُن کی دواء سے کچھ فائدہ ہوا مگر پھر ہونے لگتا۔ ڈاکٹر نے تجویز کیا کہ **whole abdomen** (پورے پیٹ) کا الٹراساؤنڈ کرا کر دیکھ لیا جائے۔ وہ کرایا گیا تو پتہ چلا کہ ہمارے پتہ شریف میں متعدد چھوٹی چھوٹی پتھریاں ہیں۔ ایک البتہ بڑی یعنی اُن کی ''امیر'' کوئی آٹھ ملی میٹر کی موجود تھی...... معلوم ہوتا تھا کہ جیسے میں اندر ہی اندر سے سنگسار کیا جا رہا تھا کہ ع جانے کس جرم کی پائی ہے سزا یاد نہیں!...... ڈاکٹر کو رپورٹ دکھائی تو انہوں نے کہا کہ درد کی جگہ پتہ نہیں...... بہرکیف کچھ روز کے بعد دواؤں سے درد ختم ہو گیا۔ ہم نے بھی سکھ کا سانس لیا...... اور زندگی حسب معمول گزرنے لگی' ویسے بھی یہ شعر ہمیں بہت پیارا لگتا ہے۔

بہتر یہی ہے زیست کو ہنس کر گزار دو
محسوس کر گئے تو مسلسل عذاب ہے

پچھلے ماہ مارچ میں میری نواسی (پنجابی میں ''نواسی'' کو غالباً ''انانویں'' کہتے ہیں) کی شادی میں میری بیٹی حفصہ چند روز کے لیے شارجہ سے کراچی آئی تو میرے لیے متحدہ عرب امارات کا ویزہ اور کراچی/دبئی/لاہور کا امارات ائیرلائن کا ٹکٹ لے آئی اور مجھے اپنے ساتھ 13 مارچ کو شارجہ لے گئی۔ ایک ماہ کا رخت سفر باندھ کر چلا تھا۔ ارادہ تھا کہ دو ہفتے شارجہ میں اور دو تین ہفتے لاہور میں محترم ڈاکٹر صاحب کی صحبت اور خدمت میں گزاروں گا۔ انسان اپنے طور پر ارادے باندھتا ہے اور قدرت اس کے ارادوں پر مسکراتی ہے۔ حضرت علی ؓ کا مشہور قول ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو اپنے ارادوں کے ٹوٹنے سے پہچانا...... سو میرے ساتھ بھی یہی ہوا۔ شارجہ پہنچتے ہی طبیعت خراب ہونی شروع ہو گئی۔ اسہال تھے کہ رُکنے کا نام نہیں لیتے تھے۔ ڈاکٹر کو دکھایا تو اس نے کہا کہ یہ پتہ کی پتھری کا کرشمہ ہے۔ ایک ہفتہ تک مسلسل یہی کیفیت رہی۔ اس کا علاج آپریشن کے سوا کچھ اور نہ تھا جو میں کراچی میں کرانا چاہتا تھا...... اسہال میں جب ذرا کمی آئی تو یہ خاکسار 21 مارچ کو واپس کراچی پہنچ گیا تا کہ دو سال قبل دریافت (Discover) ہونے والی پتھری کو ''ذبح'' کرا ڈالوں۔

وقت کرتا ہے پرورش برسوں
سانحہ ایک دم نہیں ہوتا

تنظیم اسلامی کے رفیق اور معروف سرجن ڈاکٹر جاوید احمد ملک کے پاس میرا بیٹا خبیب مجھے لے گیا۔ موصوف نے میرے پیٹ کو خوب ''ٹھوک بجا کر'' دیکھا' اچھی طرح معائنہ کیا' چند ٹیسٹ' ایکسرے اور الٹراساؤنڈ وغیرہ لکھے جو کرا کر ڈاکٹر صاحب کو دکھا کر 25 مارچ بروز سنیچر (ہفتہ) امام کلینک کے کمرہ 102 میں داخل ہو گئے بالکل اس طرح جیسے

پہلے جناب شیخ نے دیکھا اِدھر اُدھر
پھر سر جھکا کے داخل میخانہ ہو گئے

حضرت ڈاکٹر ملک نے اعلان فرما دیا کہ کل دوپہر بارہ بجے (سکھا شاہی ٹائم) تمہارا آپریشن ہوگا اس لیے جو کچھ تمہیں کھانا پینا ہے وہ کل صبح چھ بجے سے قبل خوب سیر ہو کر کھا پی لو (شاید یہ اس دنیا کا آخری رزق ہو)...... اگلے دن 26 مارچ بروز اتوار ہمیں ہسپتال کے خصوصی کپڑے پہنا دیئے گئے...... جیسے جیل کے قیدیوں کو پہنائے جاتے ہیں...... (یہ میرا پہلا تجربہ تھا) آخر یہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہی تو ہے...... ایسے میں ایک شعر ذہن کے دریچے پہ نمودار ہوا لیکن تھا وہ اس زندگی کے بعد سے متعلق اور وہ یہ کہ

حضرت علی ؓ کا قول ہے: میں نے اللہ تعالیٰ کو اپنے ارادوں کے ٹوٹنے سے پہچانا

اے لحد اپنی مٹی سے کہہ دو' داغ لگنے نہ پائے کفن کو
آج ہی ہم نے بدلے ہیں کپڑے آج ہی ہم نہائے ہوئے ہیں

اور پھر بارہ بجے سے قبل ہسپتال کے کارندے وہیل چیئر لے کر آپریشن تھیٹر لے جانے کے لیے آ موجود ہوئے۔ جیسے یہ کہتے ہوں کہ

سر مقتل چلو بے زحمت تقصیر بسم اللہ
ہوئی پھر امتحان عشق کی تدبیر بسم اللہ

آپریشن تھیٹر کی طرف جاتے ہوئے میں سوچ رہا تھا کہ عجیب اتفاق ہے کہ آج سے چار سال قبل یہی ہسپتال تھا' یہی مارچ کا مہینہ تھا اور یہی اتوار کا دن تھا جب میری اہلیہ کا انتقال ہوا۔ شاید میرے احباب کے چہروں پر فکر و پریشانی کے آثار ہوں مگر اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر میرے دل میں اطمینان کی ایک عجیب سی کیفیت طاری کر دی تھی۔ میں بہت ہی ہشاش بشاش تھا۔ سب کو اطمینان دلایا' صبر و شکر کی تلقین کی' مسکراتا اور اللہ حافظ کہتا ہوا ''سوئے مقتل'' چل پڑا۔ ع عشق اپنے ''مجرموں'' کو سوئے زنداں لے چلا۔

زندگی کے 56 سال سخت ''پتہ ماری'' کے ساتھ کام کیا تھا...... اُسے اتنا مارا کہ وہ بھی عاجز آ گیا اور اُس نے بھی سنگ باری شروع کر دی

آپریشن تھیٹر میں داخل ہو کر مجھے آپریشن ٹیبل پر لٹا دیا گیا۔ اب میرے ایک ہاتھ یہ دنیا تھی اور دوسرے ہاتھ دوسری دنیا۔ خیالات کی فلم تیزی سے چل رہی تھی۔ یہ دنیا جسے آج یا بعد میں چھوڑ کر جانا ہے' اس سے دل لگا کیا! یہ تو ایک آزمائشی کمرہ تھا' ایک امتحان دنیا تھا' مبارک ہیں جو اُس میں سرخرو ہوئے۔

یہ مال و دولت دنیا' یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم و گماں! لا الٰہ الا اللہ

دوسری طرف آنے والی دوسری دنیا ہے جہاں ہمیشہ ہمیش رہنا ہے۔ مبارک ہیں وہ جو فلاح پا گئے اور جنت کے مستحق ٹھہرے...... میں سوچ رہا تھا کہ اِدھر آنکھ بند ہو گی اُدھر کھل جائے گی یعنی آگے بڑھیں گے دم لے کر۔

تو اسے پیمانہ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاوداں' پیہم رواں' ہر دم جواں ہے زندگی

آپریشن ٹیبل پر لیٹے میں دوسری دنیا کو دیکھ رہا تھا کہ وہاں میری ماں اور دونوں بہنیں (میں ایک ڈیڑھ سال کا تھا جب ان تینوں کا ایک سال کے اندر اندر یکے بعد دیگرے انتقال ہوا اور میں اُن کی دید سے محروم رہا) میرے استقبال کو کھڑی ہیں اور کہہ رہی ہیں کہ بابو (میرا گھر کا نام) جلدی آؤ۔ میرا جی چاہا کہ ماں سے جسے میں کبھی نہ دیکھ سکا لپٹ جاؤں اور ماں کی ممتا حاصل کر لوں۔ میرے والد مرحوم' دوست احباب خاص کر نسیم انصاری صاحب جن کا چند ہفتوں قبل ہی انتقال ہوا تھا' وہ بھی کھڑے مجھے بلا رہے ہیں کہ آؤ جلدی آؤ' اب یہاں جنت میں محفلیں جمیں گی۔ ع چلے بھی آؤ کہ گلشن کا کاروبار چلے۔ میں آپریشن ٹیبل پر لیٹا واقعی مسکرا رہا تھا۔ اتنے میں اپنے ڈاکٹر جاوید احمد ملک صاحب آ گئے۔ آپریشن ان ہی کو کرنا تھا۔ میں نے انہیں سلام کیا اور کہا کہ ڈاکٹر صاحب اگر آپریشن کے بعد زندہ رہا

تو خیر ورنہ مجھے یہ اطمینان رہے گا' کہ میں ایک نہایت دین دار' متقی اور تحریکی ساتھی ڈاکٹر کے ذریعہ راہیٔ ملک عدم ہوا۔ ڈاکٹر صاحب بھی مسکرا دیے۔ فوراً ہی مجھے بے ہوش کر دیا گیا...... پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی...... آپریشن کا عمل شروع ہوگیا۔

الحمدللہ آپریشن کامیاب رہا۔ مجھے جب ہوش آیا تو میں ہسپتال میں اپنے کمرہ میں تھا اور عزیز و اقارب وہاں جمع تھے جو ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم مجھے دیکھ رہے تھے۔ میرے ہوش میں آنے پر انہوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ مجھے یاد آیا کہ حفیظ جالندھری نے موت سے قبل اپنا یہ آخری شعر کہا تھا:

جمع ہیں احباب بالیں پہ میرے
موت کتنی خوب صورت ہو گئی

چار روز ہسپتال میں رہ کر گھر واپس آ گیا...... اب وہی دنیا ہے اور وہی اس کی دلربا رنگینیاں جن سے بچ بچ کر چلنا ہے اور ہاں اب ع ہم آ گئے تو گرمیٔ بازار دیکھنا......!

لیکن پتے...... ہائے میرے پتے...... گھن کے ساتھ گیہوں بھی پس گیا یا گیہوں کے ساتھ گھن...... پتھری کے ساتھ ساتھ پتے کو بھی نکال لیا گیا...... زندگی کے 56 سال سخت ''پتہ ماری'' کے ساتھ کام کیا تھا...... اُسے اتنا مارا کہ وہ بھی عاجز آ گیا اور اُس نے بھی سنگ باری شروع کر دی...... اب نہ سنگ ہی رہے نہ پتہ......! واہ رے میرے پتے! تجھے مار مار کر ادھ موا جو میں نے کر دیا تھا' حسرت رہ گئی کہ باہر نکالنے کے بعد تیری ''حالت زار'' کی زیارت تو کر لیتا...... یہ دو چار برس کی بات نہیں تھی' 56 سال کا طویل عرصہ تھا...... اب تو مجھے چھوڑ کر چلا گیا' بقیہ زندگی ''پتہ ماری'' کے کام سے محروم رہ جاؤں گا'' نہ صرف میں!...... تو بھی تو کہے گا ؎

باغ بہشت سے مجھے حکم سفر دیا تھا کیوں
کارِ جہاں دراز ہے اب میرا انتظار کر

ارے کیا خوب یاد آئے ''ندائے خلافت'' کے مدیر محترم...... میں سوچتا ہوں کہ جیسے میں تو آپریشن تھیٹر میں جانے والا ہوں' اُدھر رسالہ پریس کو جانے کے لیے بالکل تیار ہے...... اب وہ محترم عجیب شش و پنج میں ہوں گے کہ رسالہ میں ''دعائے صحت'' کا چوکھٹا لگاؤں یا ''دعائے مغفرت'' کا۔ ویسے ''چوکھٹے'' پر احسان دانش کا کیا خوب شعر یاد آیا ہے۔ لیجئے آپ بھی سنیے ؎

قبر کے چوکھٹے خالی ہیں انہیں مت بھولو
جانے کب کون سی تصویر سجا دی جائے

ضرورت رشتہ

مغل برادری کو اپنی بیٹی' باپردہ' صوم وصلوٰۃ کی پابند' اہلحدیث' 21 سالہ ایم ایس سی (فزکس) کے لیے دینی مزاج کے حامل گھرانے سے موزوں رشتہ درکار ہے۔

رابطہ: 042-6843041' 0333-490175

ملکی سلامتی کے خلاف

این جی اوز کی مذموم سرگرمیاں

ایوب بیگ مرزا

پاکستان کیوں بنا؟ اس سوال کا مختصر جواب تو یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے اپنی شناخت کے لیے یہ الگ خطہ حاصل کیا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو جب یقین ہو گیا کہ ہندو اکثریت انہیں اپنے دین کے مطابق زندگی گزارنے کا حق دینے کو تیار نہیں اور معاشی میدان میں ہر سطح پر ان کا استحصال کیا جا رہا ہے تو علامہ اقبال اور قائداعظم محمد علی جناح جیسے مسلم رہنماؤں کی قیادت میں انہوں نے مسلمان اکثریتی علاقوں پر مشتمل الگ ریاست کے قیام کا مطالبہ کیا' جہاں وہ اسلام کے اصولوں کے مطابق آزادی سے رہ سکیں۔ پاکستان کا مطلب کیا' لا الہ الا اللہ صرف ایک نعرہ نہ تھا بلکہ ہندوستان میں بسنے والے مسلمانوں کے دلوں کی آواز تھا جس کی تکمیل کے لیے انہوں نے بے شمار قربانیاں دیں اور بالآخر 14 اگست 1947ء کو پاکستان قائم ہوگیا۔

اس پس منظر کو بیان کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ آج ہمارے حکمران پاک بھارت محبت کے نعروں کے شور میں اس منظر کو دھندلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہماری بدقسمتی یہ رہی ہے کہ قیام پاکستان کے فوراً بعد محلاتی سازشوں نے زور پکڑ لیا اور ہم نفاذ اسلام کی منزل کی طرف اس رفتار سے سفر نہ کر سکے جو منزل تک پہنچنے کے لیے درکار تھی۔ اگرچہ اس سفر میں ہم نے قرار داد مقاصد اور 1973ء کے آئین کی اسلامی دفعات جیسے بعض اہم سنگ میل طے کیے ہیں، لیکن منزل اب بھی بہت دور ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ہم منزل تک جلد پہنچنے کے لیے اپنی رفتار بڑھاتے موجودہ حکمران پاک بھارت دوستی کے نعرے کے سحر میں کچھ ایسے کھوئے ہیں کہ قیام پاکستان کے وقت مسلمانوں کی دی گئی ان قربانیوں کو ضائع کرنے پر تلے ہوئے ہیں' جس سے اکھنڈ بھارت کی راہ ہموار ہو رہی ہے حالانکہ اِن قربانیوں سے ہماری آج کی نسل واقف ہو یا نہ ہو لیکن حکمران طبقہ ضرور واقف ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ پاک بھارت دشمنی سے فریقین کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ پاکستان کی نظریاتی اساس کو مضبوط کیے بغیر بھارت سے دوستی خودکشی کے مترادف ہے۔

شاید صدر مشرف اور ان کے ہمنوا یہ نہیں جانتے کہ پاک بھارت محبت کی پینگیں یہودی لابی کے اس ایجنڈے کا حصہ ہیں جس کا مقصد یہودیوں کے عالمی غلبے کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنا ہے۔ اس ایجنڈے کا پہلا حصہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے عنوان سے مسلمانوں کی قوت کو کمزور کرنا ہے جبکہ اس ایجنڈے کا دوسرا حصہ پاکستان کو ختم کرنا ہے کیونکہ انہیں یقین ہے کہ ایٹمی پاکستان ان کے ایجنڈے کی تکمیل میں سب سے بڑی رکاوٹ بن سکتا ہے۔ اس کا آسان نسخہ یہ تجویز کیا گیا کہ پاکستان کی نظریاتی جڑوں کو کھوکھلا کر دیا جائے' یعنی نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔ لہٰذا نوجوان نسل کو قیام پاکستان کے مقصد اور پس منظر سے بے خبر رکھنے کے لیے تدریسی نصاب میں تبدیلیاں کرائی جا رہی ہیں۔ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے پاکستانی عوام کی برین واشنگ کی جا رہی ہے۔ ثقافتی طائفوں اور طلبہ وطالبات کے وفود کے تبادلوں کی مہم زور پکڑ رہی ہے۔

حیرت اس بات پر ہے کہ صاحبانِ اقتدار کی آنکھوں پر ایسی کون سی پٹی بندھی ہے کہ وہ اپنا سب کچھ لٹانے پر تیار ہیں۔ حتیٰ کہ ان کی ناک کے نیچے بعض این جی اوز جو پہلے ہی سماجی خدمات کی آڑ میں سادہ لوح عوام کو اسلامی معاشرت سے متنفر کرنے کا کام کر رہی تھیں، اب پاک بھارت دوستی کے ایجنڈے کو آگے بڑھانے کے لیے معصوم بچوں کے ذہنوں میں پاکستان قائم کرنے والے بزرگوں سے نفرت پیدا کرنے کے کام کو اس طرح آگے بڑھا رہی ہیں کہ بھارتی بچوں سے خطوط لکھوا کر یہاں کے

این جی اوز معصوم بچوں کے ذہنوں میں پاکستان قائم کرنے والے بزرگوں سے نفرت پیدا کرنے کے کام کو اس طرح آگے بڑھا رہی ہیں کہ بھارتی بچوں سے خطوط لکھوا کر یہاں کے سکولوں میں تقسیم کیے جا رہے ہیں

سکولوں میں تقسیم کیے جا رہے ہیں۔ اسی قسم کا ایک خط ایک این جی او کی وساطت سے لاہور کے رفیق تنظیم کی بچی کو ملا، جو یکتا عطرے نامی جماعت ہشتم کی بھارتی ہندو طالبہ نے احمد آباد سے پاکستان میں اپنی گمنام دوست کو لکھا ہے۔ اگرچہ اس خط پر اڈگام سکول احمد آباد کا ایڈریس درج ہے لیکن خط دیکھنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ سکول کا لیٹر پیڈ نہیں بلکہ کسی این جی او کی طرف سے اس مقصد کے لیے چھپوائے گئے لیٹر پیڈ کا ورق ہے جس کی پیشانی پر ایک طرف پاکستان کا پرچم جبکہ دوسری طرف بھارت کا جھنڈا ہے۔ اس خط میں دونوں طرف کے بچوں کو جس طرح Sugar Coated گولیوں کی صورت میں تقسیم ہند سے نفرت دلائی گئی ہے، اس سے اِن این جی اوز کے مذموم عزائم کھل کر سامنے آ جاتے ہیں۔ ذیل میں قارئین کی دلچسپی کے لیے اس خط کا عکس اور متن شائع کیا جا رہا ہے تاکہ قارئین معاملے کی نزاکت کا خود مشاہدہ کر سکیں کہ اگر ہم اپنی نظریاتی اساس یعنی نفاذِ اسلام کو چھوڑ کر ان زمزموں میں بہتے چلے گئے تو اس بے خودی کا نتیجہ نہایت بھیانک ہو گا اور ہماری آئندہ جوان ہونے والی نسل ہم سے یہ ضرور پوچھے گی کہ آخر پاکستان قائم کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ (ادارہ)

> **شاید صدر مشرف اور ان کے ہمنوا یہ نہیں جانتے کہ پاک بھارت محبت کی پینگیں یہودی لابی کے اس ایجنڈے کا حصہ ہیں جس کا مقصد یہودیوں کے عالمی غلبے کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنا ہے**

آخر میں ہم حکومت سے پُرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اس معاملہ کی تحقیق کرے اور مذکورہ این جی اوز کے خلاف سخت ایکشن لے۔ علاوہ ازیں تمام این جی اوز کی سرگرمیاں مانیٹر کرے کیونکہ ایسی اطلاعات ہیں کہ بعض این جی اوز پاکستان ہی نہیں اسلام کے خلاف بھی سرگرم عمل ہیں۔

دین فہمی بذریعہ خط و کتابت

ادارہ فہم دین کا مرتب کردہ چوتھا کورس

دستورِ حیات

معیشت، سیاست میں اسلامی طرزِ عمل کیوں ضروری ہے؟

☆ آسان سوال ☆ ڈاک خرچ بذمہ ادارہ ☆ مناسب فیس

پراسپکٹس اور دیگر تفصیلات کیلئے رابطہ:

فہم دین خط و کتابت کورسز

0301 4470097 ... 54760

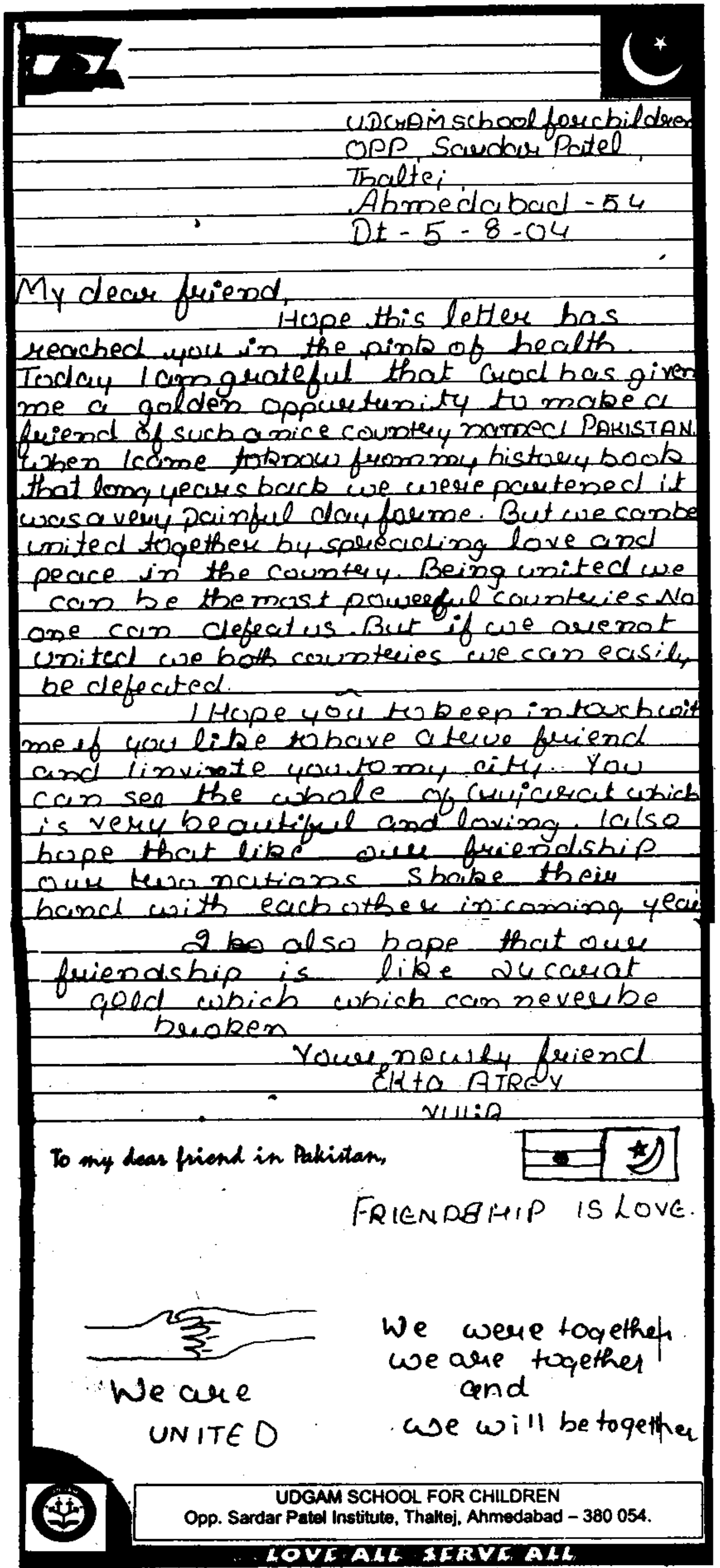

UDGAM school for children
OPP. Sardar Patel,
Thaltej
Ahmedabad - 54
Dt - 5 - 8 - 04

My dear friend,
Hope this letter has reached you in the pink of health. Today I am grateful that God has given me a golden oppurtunity to make a friend of such a nice country named PAKISTAN. When I came to know from my history book that long years back we were partened it was a very painful day for me. But we can be united together by spreading love and peace in the country. Being united we can be the most powerful countries No one can defeat us. But if we are not united we both countries we can easily be defeated.
I Hope you to keep in touch with me if you like to have a true friend and I invite you to my city. You can see the whole of Gujarat which is very beautiful and loving. I also hope that like our friendship our two nations shake their hand with each other in coming year.
I also hope that our friendship is like 24 carat gold which which can never be broken.
Your newly friend
Ekta Atrey
VIII-A

To my dear friend in Pakistan,

FRIENDSHIP IS LOVE.

We are UNITED

We were together
we are together
and
we will be together

UDGAM SCHOOL FOR CHILDREN
Opp. Sardar Patel Institute, Thaltej, Ahmedabad – 380 054.

LOVE ALL SERVE ALL

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی

مسلح افواج میں اسلام کے خلاف تحریک

سید شعیب حسن

''ہیرالڈ'' کی اطلاع کے مطابق پاکستان ایئرفورس کے پانچ افسروں کے خلاف کارروائی کی گئی ہے جنہوں نے داڑھی منڈوانے کے سرکاری حکم کو ماننے سے انکار کیا۔ ایک آفیسر کو جبری ریٹائرڈ کر دیا گیا جبکہ باقی چار کے خلاف اسی طرح کی کارروائی ہو رہی ہے۔ ذرائع کے مطابق یہ کارروائی ایئر چیف کلیم سعادت کی خصوصی ہدایات کے تحت عمل میں لائی گئی ہے۔ داڑھی والے فوجیوں کے خلاف یہ کارروائی افسران بالا کی ہدایات کے تحت مسلح افواج میں بنیاد پرست عناصر کے خاتمہ کے لیے شروع کی گئی ہے۔ داڑھی کے معاملے میں اس طرز عمل نے نو آبادیاتی دور (انگریزی عمل داری) کی یاد تازہ کر دی ہے جس میں کسی ملازم کو حکمرانوں کی پیشگی اجازت کے بغیر چہرے پر داڑھی رکھنا ممنوع تھا۔ یہ حکم ضیاء الحق کے دور میں غیر مؤثر رہا اور اب تک بھی منسوخ ہی تھا۔ ضیاء دور کی باقیات کے طور پر جہاں بہت سے معاملات میں عمل درآمد نہ ہوا تھا اس معاملے پر بھی حکمرانوں نے کارروائی کر دی۔

حالیہ معاملے میں یہ پانچوں افسر پائلٹ تھے۔ سکواڈرن لیڈر محسن حیات رانجھا جسے جبراً ریٹائرڈ کر دیا گیا ہے ابھی ابھی امریکہ سے ایک جدید جنگی لڑاکا کورس کر کے وطن واپس آیا تھا۔ واپس آتے ہی اُسے پہلے تو یہ کہا گیا کہ وہ اپنی داڑھی صاف کرا دے اور جب اُس نے انکار کیا تو 12 اکتوبر 2005ء کو اُسے جبری ریٹائرڈ کر دیا گیا۔ چار دوسرے افسران سکوارڈرن لیڈر نوید ریاض' فلائٹ لیفٹیننٹ ثاقب' فلائٹ لیفٹیننٹ اجمل اور فلائٹ لیفٹیننٹ فیض ربی بھی اسی قسم کی سزا کے مستحق قرار دیے جا رہے ہیں کیونکہ انہوں نے داڑھیاں منڈوانے سے انکار کیا ہے۔ ان چاروں افسروں کو فی الحال فضائی سروس سے ہٹا کر زمین پر رکھا گیا ہے اور ان کو قبل از وقت ریٹائرڈمنٹ کی سزا دینے کے لیے کارروائی شروع کر دی گئی ہے۔ اس سے بھی زیادہ پریشان کن بات یہ ہے کہ ایک اور فلائٹ لیفٹیننٹ عاطف کو جو کہ انجینئر کور میں ہے کو بھی جبری ریٹائرڈ کر دیا گیا ہے کیونکہ اُس نے قرآنی آیات اور احادیث رسول مقبول ﷺ اپنے ساتھی افسروں میں تقسیم کی تھیں۔

جب سے یہ کارروائی پوری سرگرمی سے شروع کی

> ذرائع کے مطابق داڑھی والے فوجیوں کے خلاف یہ کارروائی افسران بالا کی ہدایات کے تحت مسلح افواج میں بنیاد پرست عناصر کے خاتمہ کے لیے شروع کی گئی ہے

گئی ہے' فوجی افسران میں اِس کے خلاف ناپسندیدگی کے جذبات پیدا ہوئے ہیں کیونکہ یہ حکم انتہائی غیر ضروری طور پر

> فلائٹ لیفٹیننٹ عاطف کو محض اِس بنا پر جبری ریٹائرڈ کر دیا گیا ہے کیونکہ اُس نے قرآنی آیات اور احادیث رسول ﷺ اپنے ساتھی افسروں میں تقسیم کی تھیں

ذاتی معاملات میں مداخلت خیال کیا جا رہا ہے۔ مزید برآں یہ تاثر بھی افسران کے درمیان زور پکڑ رہا ہے کہ جن افسروں کو نشانہ بنایا گیا ہے وہ انتہائی باصلاحیت افراد ہیں' خاص طور پر سکواڈرن لیڈر رانجھا۔ ایئر فورس کے سابقہ افسران بھی یہ رائے دے رہے ہیں کہ ان افسروں کی سبکدوشی نہ صرف ماہرین کو ضائع کرنا ہے بلکہ اُن کروڑوں روپوں کا بھی نقصان ہے جو ان کی تربیت پر صرف کیے جا چکے ہیں۔ سکوارڈرن لیڈر ریٹائرڈ خالد خواجہ جنہوں نے اس معاملے پر عوام کو توجہ دلائی ہے' کہتے ہیں کہ یہ افسر اپنے فیلڈ میں چوٹی کے لوگ ہیں اور انہوں نے ابھی ابھی اُس زرکثیر کو اپنی خدمات صورت میں واپس کرنا شروع کیا تھا جو اُن پر خرچ کیا گیا ہے۔

ایئرفورس کے افسران کی یہ پیچیدہ صورت حال مسلح افواج کے درمیان پائی جانے والی نافرمانی اور بغاوت کے واقعات کا تازہ ترین واقعہ ہے۔ مزید برآں جنرل مشرف پر قاتلانہ حملہ کی کوشش میں ایئرفورس اور آرمی افسران کو ملزم ٹھہرانے کے نتیجہ میں چھ آرمی ایوی ایشن کے افسروں کا کورٹ مارشل کیا گیا کیونکہ انہوں نے وزیرستان کے علاقے میں فضائی کارروائی کرنے سے انکار کیا تھا۔ پھر میجر عادل قدوس کے کورٹ مارشل کا کیس ہے جس میں اُس پر الزام ہے کہ اُس نے 9/11 کے واقعہ کے ماسٹر مائنڈ خالد شیخ محمد کو پناہ دی تھی۔ تاہم یہ تمام واقعات داڑھی کے موجودہ جھگڑے سے زیادہ خطرناک ہیں جس میں افسروں کو دی جانے والی سزاؤں کو محض آفیسر کور کا بغض سمجھا جا رہا ہے۔

(بشکریہ: دی ہیرالڈ مارچ 2006)

فلک سیر (ٹورسٹ) ریزورٹ ساگر ریسٹورنٹ ملم جبہ' سوات

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور پرفضا مقام **ملم جبہ** میں قیام و طعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئرلفٹ سے چار کلومیٹر پہلے کھلے اور روشن کمرے' نئے قالین' عمدہ فرنیچر' صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے' اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

فلک سیر کارپوریشن 'جی ٹی روڈ' امانت کوٹ' مینگورہ سوات

فون دفتر: 0946-725056' ہوٹل: 0946-835295' فیکس: 0946-720031

ٹی وی دا لشکارا

ابراہیم فتح

ہم لوگ اکثر اخباروں میں دیکھتے ہیں یا خبروں میں سنتے ہیں کہ فلاں جگہ غیرت کے نام پر قتل ہوا' فلاں شخص نے اپنے بیٹے کو نافرمانی کی وجہ سے عاق کر دیا' فلاں شخص نے زندگی سے تنگ آ کر یا گھریلو تنازعات کی بنا پر خود کو اپنے خاندان سمیت موت کے گھاٹ اتار دیا۔

سوال یہ ہے کہ ان حالات کی اس قدر خرابی کی پس پردہ اصل وجہ کیا ہے۔ ہم لوگ مسلمان ہونے کے باوجود اس قدر بے حسی کا شکار ہیں کہ خود اپنی اولاد کو گمراہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ہم فحاشی و عریانی سے بھرے خباثت والے چینل لگا کر خود اپنی اولاد اور خصوصاً اپنی بچیوں کے ساتھ بیٹھ کر یہ شرم محسوس نہیں کرتے کہ ہم یہ ڈرامے' فلمیں' گانے اور یہ مخلوط پروگرام ان کے ساتھ دیکھ کر ان کو کیا سبق دے رہے ہیں۔ ہم اس بات کا تو ضرور نوٹس لیتے ہیں کہ ہماری بیٹی نے فلاں نامحرم لڑکے سے تعلقات کیوں استوار کر رکھے ہیں اور اس کو سزا دینے کے لیے تیار ہوتے ہیں لیکن کبھی یہ نہیں سوچتے کہ اُس کو یہ سبق کس نے سکھایا؟ اس سبق لینے کا ذریعہ کیا ہے؟ اور کون اس ذریعے کو گھر لے کر آیا؟

ہم اپنے بیٹے کو لوفر کہہ کر اس کو مارنے اور گھر سے نکال دینے کی دھمکی میں کسی تاخیر سے کام نہیں لیتے لیکن کبھی یہ نہیں سوچتے کہ نوبت یہاں تک آنے کا ذریعہ ہم خود ہی تو نہیں۔ ہم اپنی اولاد پر یہ الزام لگانے کے لیے جلد تیار ہیں کہ یہ پاگل اور آوارہ ہیں' ان کا دھیان پڑھائی کی طرف دھیان نہیں' کسی اور چیز کی طرف ہے۔ لیکن یہ نہیں سوچتے کہ ایسا کیوں ہے؟

ہائے افسوس مسلمانو! وقت گزارنے کی آڑ میں ہم کتنے عظیم نقصان سے دوچار ہو رہے ہیں۔ ہم لوگ کیوں نہیں سوچتے اور کیوں مل بیٹھ کر مسائل کو حل نہیں کرتے؟ افسوس تو سب سے زیادہ اس بات کا ہے کہ وطن عزیز میں آج عیسائی یا ہندو' مغربی اور ہندوانہ تہذیب اور فحاشی پھیلانے کے ذمہ دار نہیں بلکہ ڈراموں اور فلموں وغیرہ میں کام کرنے اور ان کی تشہیر کرنے والے لوگ ہم ہی ہیں جو مسلمان کہلاتے ہیں۔

افسوس اس بات پر بھی ہے کہ آج عالم دین کی اتنی عزت نہیں ہے جتنی عزت کسی گلوکار (اصل میں ڈوم) اور اداکار اور اداکارہ (اصل میں طوائف) کی ہے۔ آج ہمارے نوجوان طبقے کے ذہنوں میں آوارہ گردی' بے حیائی' فحاشی اور عیاشی کا نشہ سوار ہے کہ پیسے ملنے پر اوّلین ترجیح ان چیزوں کو دیتے ہیں۔ آج ہمارے نوجوانوں کے آئیڈیل فحاشی اور عریانی پھیلانے والے وہ لوگ ہیں جنھیں وہ سیاہ کار کی بجائے بہت پیار سے فنکار' موسیقار اور گلوکار کہتے ہیں اور ان کی حیثیت اور اصلی ناموں کو وہ بھول چکے ہیں۔ آج ان کو بھارتی فلمی اداکاروں کے نام اپنے عزیز و اقارب کے ناموں سے زیادہ اچھی طرح یاد ہیں۔ اور یہ نوجوان ان سے ملنے ان سے دل کی باتیں کہنے کی خاطر کچھ بھی کرنے کو تیار ہیں۔ اور ان جیسے شکلیں بھی انہوں نے بنا رکھی ہیں۔ لیکن افسوس کہ مسلمان نوجوانوں کا آئیڈیل حضرت محمد رسول ﷺ اور خلفائے راشدینؓ ہیں اور نہ ہی ان جیسی صورتیں اختیار کرتے ہیں۔ آج کسی نوجوان کے لبوں پر حسنؓ و حسینؓ' خالد بن ولیدؓ' سعید بن جبیرؓ' خبابؓ' یاسرؓ اور عکاشہؓ نام نہیں۔

افسوس اس بات پر بھی ہے کہ آج عالم دین کی اتنی عزت نہیں ہے جتنی عزت کسی گلوکارہ (اصل میں ڈومنی) اور اداکارہ (اصل میں طوائف) کی ہے

ہم اپنے بچوں کو جلد بداخلاق کہہ دیتے ہیں۔ ان کو بے پردگی اور بے ہودہ کپڑے پہننے سے روکتے ہیں' لیکن یہ نہیں سوچتے کہ ان کو یہ چیزیں کہاں سے اور کس نے سکھائی ہیں۔ ہم یہ سوچنے کو ہرگز تیار نہیں کہ آخر ہم کیوں اتنے بے حس ہیں۔ ہماری آنکھوں پر پٹی بھی ٹی وی کے انہی چینل اور بے حیائی کے دیگر ذرائع نے باندھی ہے۔ ہم خود اپنے گھر والوں سمیت اس دلدل میں پھنستے جا رہے ہیں۔

مسلمانو! خدارا سوچیے اور توبہ کی روش اختیار کیجیے اپنی اور اپنے گھر والوں کی ہلاکت سے بچائیے' یہ سوچیے کہ کہیں قیامت کے دن ہمارے نبی ﷺ کو اس بات پر سخت افسوس نہ ہو کہ یہ بھی میرے اُمتی ہیں۔ کہیں قیامت کے دن ہم ان لوگوں کی صف میں کھڑے ہوں جن کے بارے میں اس اُمت کے رسول ﷺ خود کہیں گے کہ فَسُحْقًا سُحْقًا پس ہلاکت ہے ان کے لیے ہلاکت' جب فرشتے آپؐ سے کہیں گے کہ ان لوگوں نے آپؐ کے جانے کے بعد دین کو بگاڑ دیا تھا۔

اس واقعے کو ہر وقت ذہن میں رکھیں کہ جب ہندوستان کا نیا وائسرائے آیا تو جامع مسجد دہلی کا دورہ کیا۔ مسجد کے باہر چند فقیروں نے وائسرائے سے بھیک مانگی جس پر وائسرائے نے بٹوے سے پیسے دینے کے بعد جب بٹوا واپس جیب میں ڈالنا چاہا تو وہ نیچے گر گیا۔ ایک فقیر نے اس پر اپنی گدڑی ڈال دی۔ کچھ مدت بعد جب وائسرائے کی بیوی آئی تو اس نے بادشاہی مسجد جانے کی خواہش کی تو وائسرائے اپنی بیوی کو مسجد لے گیا۔ ابھی مسجد کی سیڑھیوں پر چڑھ رہا تھا کہ اُسی فقیر نے وائسرائے کا بٹوا اسی حالت میں پیش کیا تو وائسرائے نے کہا کہ کیوں اس میں پیسے نہیں تھے تو اس فقیر نے کہا' 'نہیں' بلکہ میں نے یہ اس ڈر سے واپس کیا کہ قیامت کے دن تم عیسیٰؑ کے ساتھ کھڑے ہوگے اور میں اپنے نبی ﷺ کے ساتھ کھڑا ہوگا تو عیسیٰؑ حضور ﷺ سے یہ گلہ کریں گے کہ آپؐ کے امتی نے میرے امتی سے بٹوا چرایا ہے اور میں یہ اس دن برداشت نہیں کر پاؤں گا کہ میری وجہ سے حضرت محمد ﷺ کو پشیمانی اٹھانی پڑے۔''

(نو مسلم پروفیسر غازی احمد نے یہ واقعہ مسجد دارالسلام لاہور میں خطاب جمعہ میں بیان کیا۔)

انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات
یا وسعتِ افلاک میں تکبیرِ مسلسل
یا خاک کے آغوش میں تسبیح و مناجات!
وہ مذہب مردانِ خود آگاہ و خدا مست
یہ مذہب مُلا و جمادات و نباتات
(اقبال)

کالم آف دی ویک

اسلام اور دورِ حاضر کے مسائل

(گزشتہ سے پیوستہ)

عبدالرشید ارشد

اسلام اور دورِ حاضر کے مسائل کے عنوان سے جناب عبدالرشید ارشد کا مضمون جو گزشتہ شمارہ میں کالم آف دی ویک کے طور پر شائع کیا گیا تھا' کا دوسرا حصہ مضمون کی طوالت کی بنا پر شائع نہیں کیا جا سکا۔ اب اس شمارے میں اُسے کالم آف دی ویک کی جگہ شائع کیا جا رہا ہے تاکہ مضمون نگار کے خیالات پورے طور پر قارئین کے سامنے آ سکیں' اگرچہ یہ واضح ہے کہ یہ اس ہفتہ کا کالم نہیں ہے۔ (ادارہ)

وطن عزیز کو درپیش مسائل اس وقت پاکستان کے عوام سے سکھ' چین' تحفظ اور خوشحالی چھینے لیے جا رہے ہیں اور جس میں بتدریج اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ عجب صورت حال یہ ہے کہ ان مسائل کا مداوا ان کے پاس ڈھونڈنے کی کوشش کی جا رہی ہے جو خود مسائل کا شکار اور صلاحیتوں سے تہی دست ہیں۔ ہماری مراد غیر مسلم یورپی امریکی معاشروں سے ہے۔ یہ معاشرے تو اپنے مسائل کے حوالے سے خود محتاج ہیں' دوسروں کو کیا دیں گے؟ مسائل کا پایا جانا عیب نہیں ہے کہ یہ دنیا دارالامتحان ہے۔ مسائل اگر انسان یا اقوام کی عملی زندگی سے نکال لئے جائیں تو زندگی بے کیف ہو جاتی ہے۔ لہٰذا یہ عملی زندگی کا ناگزیر حصہ ہیں اور ان سے فرار کی راہیں تلاش کرنا ہمت اور حوصلے کی نفی کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان کا اقرار کرنے والے کبھی بے ہمت و بے حوصلہ نہیں ہوتے۔

مسائل پیدا کیوں ہوتے ہیں؟ اس کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ جب متعین راستوں کو چھوڑ کر من مرضی کے راستے اور طریقے اپنائے جائیں تو لامحالہ مسائل پیدا ہوں گے۔ کسی قسم کی مشینری کی مثال لے لیجئے' اگر اسے مشینری کے ساتھ دیئے گئے ہدایت نامہ کے مطابق چلائیں گے تو یہ مطلوبہ نتائج دے گی لیکن اگر اس ہدایت نامے سے انحراف کرتے ہوئے اسے من مرضی سے چلانے کی کوشش کریں گے تو مسئلہ ہی نہیں مسائل پیدا ہوں گے۔ یہی مسائل کا طومار ہمارے سامنے ہے۔

انسانی معاشرہ تشکیل دینے والی ہستی نے پہلا انسان سینہ دھرتی پر سجانے کے ساتھ ہی اسے عملی زندگی گزارنے کے لیے گائیڈ بک دی تھی اور پھر جوں جوں انسان بڑھتے گئے' پھیلتے گئے' ہدایات کا سلسلہ بھی بڑھتا اور پھیلتا گیا اور اس سے عہدہ برآ ہونے کی خاطر انبیاء و رسل اور کتب سماوی کا خالق انسان نے اہتمام فرمایا تاکہ انبیاء و رسل آفاقی تعلیمات کو عملی شکل میں عامۃ الناس کے سامنے رکھتے ہوئے ان کی تربیت کریں اور یوں سکھی' خوشحالی اور محفوظ معاشرہ تشکیل پائے۔

انسان نے جب عالمگیریت کی منزل پائی اور یہ دنیا گلوبل ویلیج کی شکل اختیار کر گئی تو خالق کائنات نے اپنی طے شدہ منصوبہ بندی کے مطابق سرور دو عالم، سردار انبیاء و رسول حضرت محمد ﷺ رحمۃ للعالمین کے مرتبہ جلیلہ پر فائز فرما کے اپنی آخری محکم و مدلل کتاب ہدایت دے کر مبعوث فرمایا۔ قرآن حکیم کی حفاظت کی ذمہ داری خود قبول فرمائی کہ پہلی کتب میں ہوس کے مارے لوگوں نے تحریف کر لی تھی۔

قرآن کریم انسان کی عملی زندگی کے لیے گائیڈ بک یا Code of life ٹھہرا۔ اسی کوڈ آف لائف کا دوسرا نام اسلام ہے یعنی عملی زندگی میں سلامتی کا پیغام بر۔ نبی رحمت ﷺ نے قرآن کی تعلیمات کو اپنی حیات طیبہ میں عملی شکل دے کر خیر امت کی تربیت کا حق ادا کر دیا کہ کل کلاں کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ قرآنی تعلیمات عمل کے لیے مشکل ہیں۔ ثابت کر دیا کہ قرآن مشکلات

> **اسلام کا نظام عدل بالفعل نافذ کر دیجئے' جرائم آٹے میں نمک کے برابر رہ جائیں گے' بے روزگاری اور مہنگائی کا شکوہ نہیں رہے گا' ذخیرہ اندوزی اور ملاوٹ کا تصور نہ ہوگا**

کا حل ہے۔ جس طرح ہر چیز کا موجد اپنی ایجاد کے حوالے سے اتھارٹی ہے اور کوئی عقلمند اس کی اتھارٹی کو چیلنج کرنا خلاف عقل جانتا ہے' اسی طرح اس کائنات کا' اس دھرتی اور دھرتی پر آباد مخلوق خاص طور پر انسان کے لیے جو اشرف المخلوقات ہے' خالق کائنات نے جو ضابطے طے کر دیا اسی میں اس کے سکھ کا راز پنہاں ہے۔ ہر طرح کی مخلوق سوائے جن و انس ایک لگے بندھے ضابطہ کی پابند بنا دی گئی اور وہ بخوشی اسی میں سکھی اور محفوظ ہے مگر جن و انس کو ارادے اور عمل کی آزادی دینے کے ساتھ خیر و شر کے دونوں راستوں پر واضح نشاندہی بھی فرما دی اور ساتھ محکم ہدایات سے بھی نواز دیا کہ وہ مسائل سے بچ کر زندگی گزارے۔

مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ انسان کی عملی زندگی کے ہر پہلو پر اسلام نے' قرآن نے رہنمائی دی ہے۔ اس کی پیروی کرتے زندگی کو مسائل سے بچایا جا سکتا ہے۔ دوسری چیز یہ سامنے آئی کہ آغاز میں بیان کردہ مسائل پیدا ہی اس لیے ہوئے کہ ہم نے اسلام کا اقرار کرتے رہنے کے باوجود عملاً اور عمداً اس پر عمل نہ کیا جس کے لازمی ردعمل کے نتیجے میں ہم مسائل کا شکار ہوتے چلے گئے جو آج سیاہ آندھی کی طرح ہم پر چھا چکے ہیں اور کسمپرسی کی حالت میں ہم" عطار کے لونڈے سے دوا" لینے بھاگتے ہیں۔

اسلام انتہائی سادہ سا نسخہ تجویز کرتا ہے' جس سے عملی زندگی کے جملہ مسائل سے نجات نصیب ہو جاتی ہے اور یہ نسخہ رحمۃ للعالمین ﷺ' آپ کے صحابہ ؓ کی حیات طیبہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور خلافت سمیت آزمایا جا چکا ہے جب خطۂ عرب ہی نہیں خطۂ عرب سے باہر لاکھوں مربع میل علاقے میں اپنے پرائے سبھی سکھ' سکون' خوشحالی اور تحفظ کی نعمت سے مالا مال تھے۔ نسخہ یہ ہے کہ قرآن و سنت کے مطابق اسلام کا نظام عدل بالفعل نافذ کر دیجئے' اسلام کا نظام معاش و معیشت زیر عمل لائیے' اسلام کا نظام معاشرت و تعلیم اپنا لیجئے اور پھر خود دیکھ لیجئے کہ جرائم آٹے میں نمک سے بھی کم رہ جائیں گے' بے روزگاری' مہنگائی کا شکوہ نہ رہے گا۔ ذخیرہ اندوزی اور ملاوٹ کا تصور نہ ہوگا۔ جب ہر شخص اس اصول پر زندگی گزارے گا کہ "جو مجھے پسند ہے دوسرے کو بھی پسند ہے" چاہے مال ہو' عزت ہو یا کچھ اور تو خرابی کہاں رہے گی؟ ملاوٹ اور ذخیرہ اندوزی کہاں ہوگی؟

علمائے کرام جب علمی اختلافات کو علمی مجالس تک محدود رکھتے عامۃ الناس کو "اے ایمان والو اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقے میں نہ پڑو" کا سبق دیں گے تو دیوبند' بریلی مدارس کے نام ہوں گے اور فارغ ہونے والے مدرسے کی بنیاد پر دیوبندی اور بریلوی ہوں گے' متحارب گروپ نہ ہوں گے۔ اہل حدیث اور شیعہ ایسی دیواریں نہ کھینچیں گے جن کے پار جانا تو درکنار دیکھنا بھی محال ہو جاتا ہے۔ ذرا آج کی مساجد پر ایک نظر ڈال کر جواب تلاش کیجئے کہ جس مسجد پر مسجد اہل حدیث کا بورڈ لگا ہے وہاں کوئی بریلوی داخل ہوگا اور جہاں جامع چشتیہ' قادریہ لکھا ہے وہاں کوئی اہلحدیث داخل ہوگا؟ مساجد اللہ کے گھر کے بجائے مسالک کے گھر' بعض افراد سے منسوب گھر بن گئے ہیں مگر جب قرآن و سنت والا اسلام ہمارے سینوں میں جاگزیں ہوگا' یہ مساجد پھر اللہ کے گھر ہوں گے۔ وہ لمحہ دین کے غلبے کا ہوگا۔

(بشکریہ روزنامہ "انصاف")

تنظیم اسلامی لاہور وسطی کا آدھ روزہ

تنظیم اسلامی لاہور وسطی کے زیر اہتمام آدھ روزہ دعوتی پروگرام ہوا۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ محترم حافظ عمران نے تلاوت کی۔ اس کے بعد محترم مجیب الرحمٰن نے اقامت دین کے موضوع پر سورۃ السجدہ کی چند آیات کا ترجمہ کیا اور ان کی تشریح حدیث کی روشنی میں بیان کی۔

اس کے بعد محترم عبدالرب کاشف نے ''داعی کے اوصاف'' سورۂ حٰم سجدہ کی آیت نمبر 30 کی روشنی میں بیان فرمائے۔ وقفہ چائے کے بعد میزبان محترم طاہر اقبال نے مذاکرہ کروایا۔ مذاکرہ کے چند شرکاء نے دعوت دینے کے طریقہ پر سوال و جواب کئے۔ اس کے بعد جناب عاصم بٹ نے پر سورۂ توبہ کی آیات کی روشنی میں دعوت کا طریقہ سمجھایا اور دعوت کے حوالے سے قرآن مجید کی سورۃ الجمعہ، سورہ آل عمران، سورۃ السجدہ، سورہ محمد ﷺ کی آیات کا ترجمہ و تشریح بیان کی۔ اس کے بعد محترم خالد مختار نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے موضوع پر سورہ آل عمران آیت نمبر 110 کی روشنی میں گفتگو کی۔ پروگرام کے آخری مقرر جناب نثار احمد خان نے شہادت علی الناس کے موضوع پر قرآن مجید کی چند آیات کی روشنی میں مفصل بیان کیا اور ساتھ ہی مذاکرہ بھی کرایا گیا۔ شہادت علی الناس کے موضوع پر نثار احمد سے سوالات بھی کئے گئے جن کے جوابات قرآن و حدیث کی روشنی میں دیئے گئے۔

مذاکرہ کے اختتام پر ظہر کی نماز تمام رفقاء و احباب نے باجماعت ادا کی۔ تربیتی پروگرام میں حاضری 55 کے لگ بھگ تھی۔ (رپورٹ: مجیب الرحمٰن)

اتحاد...... اللہ کی نعمت ہے

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ مؤمن آپس کے لطف و محبت میں، رحمت و شفقت میں، احسان و مروت میں، اس جسم کی مانند ہیں کہ اس کے اگر ایک حصے میں تکلیف ہو تو پورا جسم بیداری و بے قراری کے سبب بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ

مختصر تعارف

آج کا دور الیکٹرانک میڈیا کا دور ہے۔ انٹرنیٹ کے ذریعے لوگوں کو گھر بیٹھے دنیا جہاں کی معلومات حاصل ہو جاتی ہیں۔ شہروں میں انٹرنیٹ کی سہولت تقریباً ہر گھر میں موجود ہے۔ بچہ بچہ انٹرنیٹ کو استعمال کرنا جانتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل انٹرنیٹ کو خیالات و نظریات کی تشہیر کے لیے سب سے زیادہ اہم ذریعہ سمجھا جا رہا ہے۔ مختلف ویب سائٹس آج کے دور میں دعوت کو پھیلانے میں ایک مؤثر کردار ادا کر رہی ہیں۔ الحمدللہ تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ www.tanzeem.org بھی بہتری کے مراحل میں ہے۔ بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی انگریزی و اردو کی کتب، ان کے لیکچرز کے آڈیوز، گزشتہ پانچ سال کے جرائد ندائے خلافت، میثاق اور حکمت قرآن یہ سب ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ مزید برآں مرکز کی طرف سے تشکیل دیئے گئے پروگراموں کی تفصیل اور نئے اٹھنے والے اشوز پر تنظیم کا مؤقف بھی ویب سائٹ پر موجود ہوتا ہے۔ اس وقت مندرجہ ذیل انگریزی اور اردو کتابیں تنظیم کی ویب سائٹ پر PDF فارمیٹ میں مطالعہ کے لیے موجود ہیں:

1 The Obligations Muslims Owe to the Quran
2 The Way to Salvation
3 The Quran and World Peace
4 Islamic Renaissance: The Real Task Ahead
5 Calling People unto Allah
6 The Objective and Goal of Muhammad's Prophethood (SAW)
7 Three Point Action Agenda
8 Baiyah: The Basis for Organization of a Revivalist Party in Islam
9 Khilafah in Pakistan
10 Obligations to God
11 Obligations of Muslim Women
12 The Call of Tanzeem-e-Islami
13 Azm-e-Tanzeem
14 Bayan-ul-Quran (Translation & Short Commentary of Quran in English by Dr. Israr Ahmad)

1	تنظیم اسلامی کی دعوت	14	نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں
2	ایک اصلاحی تحریک، خطبۂ نکاح	15	موجودہ عالمی حالات میں اسلام کا مستقبل
3	عظمت صیام و قیام رمضان	16	رسول انقلاب ﷺ کا طریقہ انقلاب
4	حب رسول اور اس کے تقاضے	17	سود: حرمت اور خباثتیں
5	مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق	18	تنظیم اسلامی کا امتیازی محل و مقام
6	اُسوۂ رسول ﷺ سورۃ الاحزاب کی روشنی میں	19	فرائض دینی کا جامع تصور
7	تنظیم اسلامی ایک نظر میں	20	قرضوں کی جنگ
8	دین اسلام کے چھ گوشے	21	دنیا کی عظیم ترین نعمت: قرآن حکیم
9	اللہ تعالیٰ کا انسانوں کے واحد مطالبہ	22	جہاد بالقرآن
10	اسلام اور بینکنگ	23	جہاد بالقرآن کے پانچ محاذ
11	انفرادی نجات اور اجتماعی فلاح	24	تعارف قرآن حکیم
12	جہاد فی سبیل اللہ	25	چہرے کا پردہ
13	خطبۂ جمعہ کی تشریح	26	اسلامی نظم جماعت میں بیعت کی اہمیت
		27	خواتین کے دینی فرائض

رفقاء و احباب سے درخواست ہے کہ اپنے پروگراموں کی تشہیر کے لیے طبع ہونے والے اشتہارات اور بینرز پر اور ان کے علاوہ جو بھی دعوتی مواد، ہینڈ بلز، کتابچے، پمفلٹ وغیرہ طبع کیے جاتے ہیں ان میں ویب سائٹ کی تشہیر کو مدنظر رکھتے ہوئے ویب سائٹ کے ایڈریس کو نمایاں مقام دینے کا اہتمام فرمایا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ (منجانب: شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

اگر والدہ حکم دے کہ بیوی کو طلاق دے دو تو کیا کیا جائے؟

کیا اقامت دین عبادتِ رب کا لازمی تقاضا ہے؟

کیا شریعت کی رو سے تصویر بنوانا جائز ہے؟

قارئین ندائے خلافت کے سوالات کے قرآن و سنت کی روشنی میں جوابات

س: اسلام میں تصاویر اتارنے سے منع کیا گیا ہے لیکن بعض دینی جماعتوں اپنی تصاویر رسالہ جات وغیرہ میں دیتے ہیں رہنما کیا یہ درست ہے؟ (عطاء الرحمٰن)

ج: جاندار شے کی تصویر جو ہاتھ سے بنائی جائے' حرام مطلق ہے۔ اس کے برعکس کیمرہ کے ذریعے جو فوٹو حاصل کیا جاتا ہے اس کا معاملہ مختلف فیہ ہے۔ حضور ﷺ کے زمانے میں کیمرہ نہیں تھا۔ جب کیمرہ ایجاد ہوا تو تصویر کے معاملے میں علماء میں اختلاف ہو گیا۔ عالم عرب کے علماء کی اکثریت کی رائے یہ ہوئی کہ یہ حرام نہیں ہے' کیونکہ اس میں کسی مصور کے اپنے ہاتھ کا دخل نہیں ہے۔ یہ تو عکس ہے جو لے لیا گیا۔ لیکن ہندوستان اور پاکستان کے علماء اس پر مصر رہے کہ عمومی طور پر یہ بھی حرام ہے۔ البتہ ان کے نزدیک بھی کسی اچھے مقصد کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔ مثلاً اشتہاری مجرموں کی پہچان کے لیے ان کے فوٹو ہوں تو ان کے نزدیک یہ استعمال درست ہے۔ اسی طرح پاسپورٹ یا ڈرائیونگ لائسنس ہے۔ ان کے لیے علماء تصویر کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح جو لوگ دین کا کام کر رہے ہیں' اگر وہ دعوتی مقاصد کے لیے مثلاً درس وغیرہ کے ویڈیو بنائیں تو اس میں کوئی قباحت نہیں' البتہ خواہ مخواہ فوٹو کھینچنا' اور اس کو لٹکا کے رکھنا' البم بنانا درست نہیں۔ یہ چیزیں اگر حرام مطلق نہیں تو مکروہ ضرور ہیں۔

س: نماز میں دوران قیام سامنے دیکھا جائے' مسجد کی دیوار پر یا پھر کہیں اور؟ (عبدالباری)

ج: اگر نماز میں کھڑے ہوں تو نگاہ سجدے کی جگہ پر رہنی چاہیے' ادھر اُدھر یا سامنے سر اٹھا کر دیکھنا منع ہے۔

س: اگر ماں اپنے بیٹے کو کہے اپنی بیگم کو طلاق دے دو تو اس معاملے میں کیا حکم ہے؟ (عنایت اللہ)

ج: ماں چونکہ ایک عورت ہے۔ عورت بنیادی طور پر جذباتی ہوتی ہے۔ ماں کا معاملہ بالعموم یہ ہوتا ہے کہ ایک شخص اپنی ماں سے انتہائی محبت کرتا تھا۔ جب بیوی آ جاتی ہے تو پھر وہ محبت کا مرکز بن جاتی ہے۔ یوں ماں میں ایک طرح کا احساس محرومی پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ سوچتی ہے کہ میرا بیٹا مجھ سے محبت کرتا تھا' اب یہ محبت تقسیم کیوں ہو گئی ہے۔ چنانچہ طلاق کے حساس معاملے میں والدہ کے کہنے کے باوجود جلد بازی میں کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہیے۔ البتہ باپ کے بارے میں احادیث میں آتا ہے کہ اگر وہ طلاق کا حکم دے تو یہ حکم مان لینا چاہیے۔

س: قرآن حکیم اور حدیث شریف میں بھی دینی معاملات کی اکملیت کی طرف اشارہ ہے جیسے کہ خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا گیا۔ سوال یہ ہے کہ اس کے بعد فقہ کی ضرورت کیوں پڑتی ہے؟ (احسان اللہ)

ج: فقہ قرآن و حدیث کے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کا نام ہے' جس میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ اس کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ایسے نئے مسائل پیدا ہو سکتے ہیں' جو حضور ﷺ کے زمانے میں نہیں تھے۔ ان مسائل کے لیے اجتہاد کرنا پڑے گا۔ فقہ قیاس' اجتہاد اور اجماع پر مشتمل ہے۔ فقہ کی اہمیت اپنی جگہ مگر فقہی اختلافات کو اسلام اور کفر کی بنیاد نہیں بنا دینا چاہیے۔ فقہی اختلافات کے لیے اپنے سینے کو کشادہ رکھنا چاہیے۔ ٹھیک ہے یہ امام شافعیؒ کی رائے ہے' یہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے ہے' یہ امام مالک کی رائے ہے' یہ امام احمد بن حنبلؒ کی رائے ہے۔ ان ائمہ کی آراء کے اختلاف کی بنا پر ہم کسی کو بھی یہ نہیں کہہ سکتے اُس کی رائے اسلام کے خلاف ہے۔ اس درجے میں سینے کو کشادہ رکھنا چاہیے۔ آپ چاہے طے کر لیں کہ میں صرف امام ابوحنیفہؒ کی رائے پر چلوں گا۔ ٹھیک ہے چلیں۔ لیکن اگر کوئی اور دوسرے امام کی تقلید کرتا ہے تو اُسے بھی برا نہ کہیں۔

س: بعض جدید دینی دانشوروں کا کہنا ہے کہ پردہ کا حکم قرآن میں نہیں ہے بلکہ وہ کلچرل ہے۔ قرآن میں صرف سینہ ڈھانپنے کی بات ہے۔ وضاحت فرمائیں۔ (عرفان)

ج: یہ گمراہ کن افکار ہیں۔ ایسے حضرات کے نزدیک حدیث نبویؐ کی وہ اہمیت نہیں ہے جو علماء اہل سنت کے نزدیک ہے۔ پردے کے احکام شریعت میں موجود ہیں۔ ''حجاب'' کا لفظ قرآن میں بھی آیا ہے۔ اگر تم نبی ﷺ کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو' تو آمنے سامنے ہو کر نہ مانگو بلکہ (مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ) یعنی پردے کے پیچھے سے مانگا کرو۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو نبی کی بیویوں کے لیے ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے' کہ نبی ﷺ کی بیویوں کو جو حکم دیا جا رہا ہے' وہ امت کے لیے ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ سے کہا گیا: (اتلوا ما اوحی الیك من كتاب ربك) تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضور ﷺ کو ہی تلاوت کتاب حکم دیا گیا۔ حضور ﷺ تو پڑھتے ہی تھے جس طرح قرآن میں حضور ﷺ کو خطاب کر کے اصلاً مسلمانوں کو احکام دیئے گئے ہیں اسی طریقے سے ازواج النبی ﷺ اصل میں خواتین کے لیے اسوہ ہیں۔ حضور ﷺ کا اسوہ کاملہ تو مردوں کے لیے ہے' باپ کو کیسا ہونا چاہیے' شوہر کو کیسا ہونا چاہیے' داعی کیسا ہو' مبلغ کیسا ہو' مسجد کا خطیب کیسا ہو' امام کیسا ہو' جج کیسا ہو' قاضی القضاۃ کیسا ہونا چاہیے' کمانڈر کو کیسا ہونا چاہیے' ہیڈ آف دی سٹیٹ کیسا ہونا چاہیے' زندگی کے ہر گوشے میں مردوں کے لیے حضور ﷺ کے اسوہ میں رہنمائی موجود ہے۔ لیکن عورتوں کے مخصوص معاملات مثلاً حیض' نفاس' استحاضہ اور ستر و حجاب وغیرہ کے احکام وغیرہ' یہ وہ چیزیں جو حضور ﷺ نے ازواج مطہرات کو سکھائیں' اور ازواج مطہرات سے پھر امت کی خواتین نے سیکھیں۔ لہٰذا اِن معاملات میں اسوۂ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کو بنایا گیا اور حضور ﷺ کے تعدد ازدواج کی ایک حکمت یہ بھی ہے تا کہ آپؐ کی ازدواج مطہرات کے ذریعے یہ مسائل زیادہ بڑے پیمانے پر پھیل سکیں۔

س: کیا اقامت دین عبادت رب کا لازمی تقاضا ہے؟ (عمران اللہ)

ج: ہاں' اقامت دین عبادت رب کا لازمی تقاضا ہے۔ عبادت کے معنی کلی اطاعت کے ہیں' اب کلی اطاعت اُس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک دین قائم نہیں ہوتا' مثلاً چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جا سکتا' حالانکہ قرآن مجید میں ہے کہ ان کا ہاتھ کاٹو۔ اسی طرح سے دیگر سزائیں ہیں' ان کے نفاذ کے لیے دین کا قائم ہونا ضروری ہے جب تک کہ نظام نہ بدلے' ہماری اطاعت ناقص رہے گی۔

کالم ''تفہیم المسائل'' میں سوالات بذریعہ ڈاک یا ای میل ایڈریس media@tanzeem.org پر بھیجے جا سکتے ہیں۔

ایران کا گھیراؤ ہونے والا ہے؟

پچھلے دنوں ایرانی صدر نے پُر جوش طریقے سے یہ اعلان کیا تھا کہ ایران نے یورینیم کی افزودگی میں کامیابی حاصل کر لی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اب ایرانی ایٹمی ریکٹر میں بجلی یا ایٹم بم بنانے کے سلسلے میں اپنی کانوں میں موجود یورینیم سے استفادہ کر سکیں گے۔ یہ نہایت اہم خبر ہے جس نے امریکی اور اسرائیلی حلقوں میں کھلبلی مچادی ہے۔ گو وہ اس امر کی تصدیق کرنے کی کوشش کر رہے ہیں مگر یہ بات یقینی ہے کہ ایرانی یورینیم کی افزودگی کا عمل کر چکے ہیں۔

دوسری طرف اس ہفتے ماسکو میں عالمی طاقتوں یعنی امریکا' روس' چین' فرانس' برطانیہ اور جرمنی کے نمائندوں کا اجلاس ہو رہا ہے جس میں دیکھا جائے گا کہ اقوام متحدہ کے زیر اہتمام ایران پر کس قسم کی پابندیاں لگائی جا سکتی ہیں۔ امریکا اور برطانیہ چاہتے ہیں کہ ایران پر سخت ترین مالی اور معاشی پابندیاں عائد کی جائیں۔ چین اور روس اس کے حق میں نہیں۔ جرمنی کا جھکاؤ امریکا کی طرف ہے جب کہ فرانس کا روس و چین کی طرف۔

ایرانی حکومت نے ایک بیان میں کہا ہے کہ وہ پوری قوت کے ساتھ اپنے اوپر لگائی جانے والی پابندیوں کا مقابلہ کرے گی اور کسی صورت سر تسلیم خم نہیں کرے گی۔ دریں اثنا ایرانی صدر نے ایک بار پھر اسرائیل پر لفظی حملہ کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ ملک شکست و ریخت کا شکار ہے اور جلد گل سڑ جائے گا۔ جواب میں سابق اسرائیلی وزیر اعظم' شمعون پیریز نے دعویٰ کیا ہے کہ احمدی نژاد کا حشر صدام حسین جیسا ہوگا۔ اب یہ تاریخ ہی فیصلہ کرے گی کہ کس کا کہا سچ ثابت ہونے والا ہے۔

حالات جیسے بھی ہوں یہ لگ رہا ہے کہ ایرانی کسی قیمت پر اپنے ایٹمی منصوبے سے دستبردار نہیں ہوں گے اور امریکا' اسرائیل کی ظاہری و خفیہ سازشوں اور چالوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔ تمام مسلم ممالک کو چاہیے کہ وہ اس کڑے وقت میں ایران کی حمایت کریں۔ اگر اس نے ایٹم بم بنالیا' تو یقیناً مشرق وسطیٰ میں طاقت کا توازن درست ہو جائے گا جو فی الحال اسرائیل کی طرف جھکا ہوا ہے۔

برطانوی بحریہ کا پہلا مسلم ایڈمرل

خبارات نے خبر دی ہے کہ پاکستانی نژاد ایئر ایڈمرل امجد حسین برطانوی شاہی بحریہ کے پہلے غیر سفید فام ایڈمرل بنا دیئے گئے ہیں۔ موصوف کی عمر 47 سال ہے اور وہ اس وقت برطانوی مسلح افواج میں سب سے اونچا درجہ رکھنے والے مسلمان افسر ہیں جن کی تعداد دو لاکھ سے اوپر ہے۔ اس عہدے تک پہنچنے پر امجد حسین نے خود کو خوش قسمت قرار دیا ہے۔

امریکا کی ایک اور کارستانی

پچھلے دنوں اقوام متحدہ کی پندرہ رکنی سیکیورٹی کونسل نے ایک بیان جاری کر کے اسرائیل کو متنبہ کیا کہ وہ فلسطینیوں کے خلاف مزید اقدامات سے باز رہے۔ دراصل پچھلے تین دن سے اسرائیلی غزہ کی پٹی پر شدید بمباری کر رہے تھے۔ اس کی زد میں آ کر پندرہ فلسطینی شہری شہید ہو گئے تھے۔ مگر روایات کے عین مطابق سیکیورٹی کونسل کے ایک رکن...... امریکا بہادر نے اس بیان کو ویٹو کر کے اسے پیش نہیں کرنے دیا۔

اس موقع پر اقوام متحدہ میں امریکی سفیر' جان بولٹن نے فرمایا "بیان کا متن انصاف پر مبنی نہیں اور نہ ہی متوازن ہے۔ وہ ہماری اس پالیسی سے مطابقت نہیں رکھتا جو ہم نے طویل عرصے سے اختیار کر رکھی ہے۔" اقوام متحدہ میں فلسطینی نمائندے' ریاض منصور نے کہا: "سیکیورٹی کونسل کے چودہ ارکان نے زبردست سمجھ داری اور لچک کا مظاہرہ کیا مگر بدقسمتی سے ایک رکن (امریکا) اسرائیل کی ظالمانہ کارروائیوں اور اقدامات کو تحفظ فراہم کر رہا ہے۔"

روس کی فلسطینیوں کو امداد

روسی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ وہ فلسطین اتھارٹی کو ہنگامی بنیاد پر رقم فراہم کرنے کے لیے تیار ہے۔ یہ عالمی سطح پر بہت بڑی تبدیلی ہے کیونکہ اسی طرح روس نے مشرق وسطیٰ کے مسئلے پر اپنے آپ کو امریکا اور یورپی یونین سے ممتاز کر لیا ہے۔ آخر الذکر دونوں پارٹیاں اعلان کر چکی ہیں کہ وہ حماس کی نئی حکومت کو امداد نہیں دیں گی۔ اس طرح اتھارٹی کے پاس اب ایک لاکھ چالیس ہزار ملازمین کی تنخواہ دینے کے لیے رقم نہیں رہی اور حماس کی حکومت مالی طور پر شدید مسائل کا شکار ہے۔

پچھلے دنوں خان یونس میں سیکیورٹی کے ملازمین نے سرکاری دفاتر پر قبضہ کر لیا۔ ان کا مطالبہ تھا کہ انہیں فوراً تنخواہ ادا کی جائے۔ ان ملازمین کا تعلق انتخابات ہارنے والی سیاسی جماعت الفتح سے تھا۔ اس احتجاج پر حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے فلسطینی وزیر خزانہ عمر عبدالرزاق نے کہا "ہر فلسطینی جانتا ہے کہ ہمیں شکست دینے کے لیے عالمی طاقتوں نے یہ چال چلی اور ہماری امداد بند کر دی۔ ضروری ہے کہ ہم اس ظالمانہ اقدام کا مل کر مقابلہ کریں' یوں منزل تک پہنچنا آسان ہو جائے گا۔ اگر ہماری صفوں میں اتحاد نہ رہا' تو ہم ہار بھی سکتے ہیں۔"

عراق میں قتل عام جاری

امریکی اور عراقی فوجیوں اور عراقی شہریوں کی اموات کا سلسلہ رکنے کو نہیں آ رہا اور پورے عراق میں بم دھماکے ہو رہے ہیں۔ عراقیوں کو اس بات کا شدت سے احساس ہو رہا ہے کہ امریکی اور عراقی رہنماؤں نے عوام کو بے انتہا مصائب میں گرفتار کر دیا ہے۔ ملک میں پارلیمانی انتخابات ہوئے پانچواں مہینہ جاری ہے اور عراقی سیاسی جماعتیں قومی حکومت تشکیل دینے میں کامیاب نہیں ہو سکیں۔ حتیٰ کہ وہ اس پر بھی متفق نہیں ہو سکیں کہ کون وزیر اعظم بنے گا۔

بہرحال سیاسی جماعتوں نے یہ طے کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی ہے کہ آنے والی حکومت کے اہم عہدے کس کس کو ملیں گے۔ تاہم خطرے کی بات یہ ہے کہ عراق کی سب سے بڑی سیاسی جماعت' شیعہ الائنس میں ٹوٹ پھوٹ کے آثار نمودار ہو گئے ہیں جو دراصل سات جماعتوں کا اتحاد ہے۔ بحران نہ حل کر سکنے کی وجہ سے عراقی شیعوں کے روحانی رہنما' آیت اللہ علی سیستانی بھی تشویش میں مبتلا ہیں اور انہوں نے شیعہ الائنس پر تنقید کی ہے۔

فی الوقت عراق میں بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ عراقی سیاسی جماعتیں موجودہ وزیر اعظم' ابراہیم الاجعفری پر متفق نہیں اور انہیں ہٹانے کی کوشش ہو رہی ہیں۔ دوسری طرف موصوف اقتدار چھوڑنے کو تیار نہیں۔ دیکھتے ہیں کہ مستقبل میں عراقی حکومت کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔

لادینیت اور اسلام کا ٹکراؤ

ترکی اس لحاظ سے انوکھا ملک ہے کہ وہاں کی عوام اسلام پسند ہے مگر حکومت کے بیشتر ارکان لادینیت کی طرف رجحان رکھتے ہیں۔ وہاں کچھ عرصے سے ایسی جماعت (انصاف اور ترقی پارٹی) کی حکومت ہے جو بنیادی طور پر اسلام پسند ہے۔ مگر مسئلہ یہ ہے کہ ترکی کا صدر لادینی یا سیکولر قوتوں کا نمائندہ ہے' اس لیے اکثر حکومت اور صدر کے مابین مغز ماری ہوتی رہتی ہے۔

پچھلے دنوں ترک صدر' احمد سیزر نے بیان دیا کہ ملک میں اسلام پسندوں کا اثر ورسوخ بڑھتا جا رہا ہے اور انہیں لگام دینے کی ضرورت ہے۔ اس بات پر انصاف اور ترقی پارٹی کے رہنماؤں کا غصے میں آنا لازمی تھا۔ نائب وزیر اعظم محمد علی شاہین نے جواب میں کہا "اقتدار اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور کسی انسان کو زیب نہیں دیتا کہ وہ اس کے احکامات سے روگردانی کرے۔"

سچ کیا ھے؟

لفظ ''آزادی'' کا فریب

اخذ و ترجمہ: سردار اعوان

افغانستان پر روسی قبضہ کو انسانیت کے خلاف ایک گھناؤنا جرم قرار دیا گیا تھا لیکن اسی ملک پر امریکہ کا قبضہ عین انسانیت کی بھلائی ہے۔ اسے کہتے ہیں ''جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے'' یہ سب میڈیا کی کرشمہ سازی ہے کہ آپ کے لیے ایک وقت میں کسی ایک شے کو اس درجہ خطرناک اور قابل نفرت شے بنا کر پیش کیا جاتا ہے کہ آپ کو اپنی بقاء اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے میں نظر آتی ہے جبکہ اس شے کو کسی دوسرے موقع پر آپ گلے لگانے کو تیار ہوتے ہیں۔ ایسا کرنے میں میڈیا کے سامنے ایک خاص گروہ کے مقاصد کو تقویت فراہم کرنا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنا ہوتا ہے۔
یہ گروہ ریاستی اداروں 'فوج' سول سروسز وغیرہ کے ذریعہ عوام پر اپنا تسلط قائم کرنا چاہتا ہے لیکن وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ یہ تسلط عوام کی اپنی ''آزاد مرضی'' یعنی ''جمہوری طریقہ'' سے قائم ہو۔ اس مقصد کے حصول میں ''آزاد' پریس گراں قدر خدمات انجام دیتا ہے۔ چنانچہ جو خبریں عوام کے سامنے آتی ہیں وہ کئی چھلنیوں سے گزر کر ان تک پہنچتی ہیں جس کی وجہ سے وہ پورے طور پر جھوٹی نہ بھی ہوں' گمراہ کن اور مصلحت آمیز ضرور ہوتی ہیں۔ میڈیا اور مقتدر طبقہ کے درمیان پائی جانے والی اس مطابقت اور موافقت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ میڈیا کی ملکیت جن ہاتھوں میں ہے ان کا اپنا تعلق بھی دولت مند طبقہ سے ہے اور ان کا اصل مقصد زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرنا ہے۔

میڈیا بھی اصل میں بہت بڑا منافع بخش کاروبار ہے اور کاروبار کوئی بھی ہو اس کے تقاضے اور اصول وہی ہوتے ہیں جو مروّجہ سرمایہ داری نظام کے ہیں اور جس کا نمایاں مظہر دولت سے دولت پیدا کرنا اور نتیجتاً اس کا چند ہاتھوں میں ارتکاز ہے۔ اس نظام میں ایک عام آدمی کی حیثیت تانگے کے گھوڑے کی ہے جس کا کام مالک کے لیے زیادہ سے زیادہ پیسہ کمانا ہے اور بدلہ میں صرف جسم و جان کا رشتہ قائم رکھنا ہے۔ میڈیا کے کاروبار میں اشتہارات کو کلیدی حیثیت حاصل ہے جس کے بعد کوئی بھی اخبار یا ٹی وی چینل اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکتا جبکہ اشتہارات طبقہ امراء کے لیے ہوتے ہیں جن کے پاس قوت خرید ہے نہ کہ عوام جن کے پاس کھانے کو نہیں۔

اسی طرح خبریں صدارتی اور وزارتی محلات میں جنم لیتی ہیں' نہ کہ غریبوں کے جھونپڑوں میں۔ یہ ہیں وہ حالات جن کی وجہ سے حکمرانوں اور میڈیا کے درمیان ایک ناگزیر رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ استحصال اور کرپشن پر مبنی مروجہ سرمایہ دارانہ نظام کی ضرورت جب سوویت یونین اور کمیونزم کا خاتمہ تھا تو لوگوں کو باور کرایا گیا کہ انسانی تہذیب و تمدن کے لیے روسی کمیونزم بہت بڑا خطرہ ہے۔ اب یہی خطرہ اسلام سے درپیش ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس میں جادو کون سا ہے۔ جادو یہ ہے کہ لوگوں کی مت ماردیں' کمرشلز اور سٹکامز Sitcoms' خوش گپیوں کے ذریعہ اعلیٰ سے اعلیٰ معیار زندگی پیش کریں جبکہ مسلمانوں کو اس روشن تہذیب کا دشمن ثابت کرنے کے لیے ان کے ہاتھوں توڑ پھوڑ اور گھراؤ جلاؤ کے مناظر دکھائیں۔ طالبان کو بازاروں میں عورتوں کو چھڑیوں سے مارتے ہوئے دکھائیں لیکن اپنے ملک اور افواج سے محبت اور اس کی عظمت کے درس دیں' خواہ وہ ملک اور اس کی افواج دنیا کو جہنم بنانے پر تلی ہوں۔ اس وقت امریکہ کو چونکہ دنیا میں فوجی برتری حاصل ہے اس لیے اس کی ہر بات کو سچ ماننے میں ہی دنیا کی بھلائی ہے مگر حقیقی سچ کیا ہے؟ وہ یہ کہ لفظ ''فریڈم'' یعنی آزادی سے بڑھ کر آج دنیا میں کوئی شے دھوکہ اور فریب نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ لوگ اسی آزادی کے دیوانے ہیں یا انہیں بنا دیا گیا ہے۔

(Edword S. Herman اور Noam Chomsky کی کتاب Manufacturing Consent: The Political Economy of the Mass Media. سے ماخوذ)

complete and all-embracing code of life that integrates man with God, awakens in him a new moral consciousness and invites him to deal with all the problems of life—individual and social, economic and political, national and international—in accord with his commitment to God. It is pertinent to quote here a great scholar Dr. Fazlur Rehman who writes: ".......personal inner faith is by no means enough for God's purposes, and an organized normative community is a dire necessity". He thus fully affirms reification (W. Cantwell Smith's expression) of iman in a spatio-tempored context and impugns all modernists' attempt to empty Islam of its political content.

بقیہ: صلیبی جنگوں کی تاریخ

فرقے اسماعیلیہ کا بانی یہی شخص ہے۔ وہ بجائے امام موسیٰ رضا کے اسماعیل کو ساتواں امام مانتا تھا۔ اُس کے مذہبی عقائد ہماری موجودہ بحث سے خارج ہیں۔ ہم تو یہاں صلیبی جنگوں کے تناظر میں دنیائے اسلام کی حالت زار کا نقشہ پیش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اُس کی شہرت ہوگئی تو خلیفہ معتمد علی باللہ کی خلافت میں (890ء) وہ قید ہوگیا' مگر کسی اسماعیلی کی مدد سے قید خانے سے بھاگ کر عباسیہ کی عداوت دل میں لیے ہوئے مصر جا پہنچا۔ وہاں علم بغاوت بلند کیا اور ''مہدی'' کا لقب اختیار کیا جس کا دنیا میں انتظار کیا جا رہا تھا۔ خلیفہ مطیع باللہ عباسی کے عہد میں (945—974ء) عبید اللہ مہدی کا پوتا المعز مصر میں خلیفہ ہوا۔

قاہرہ کی خلافت عباسیہ میں جملہ سترہ خلفاء ہوئے۔ ان کے عہد میں عبید اللہ کی تعلیم عجیب عجیب رنگوں میں جاری رہی۔ فری میسن فرقے کی طرح بڑے بڑے شہروں میں خفیہ طور پر اپنی تعلیم دینے کے لیے اُن کے ''لاج'' تھے۔ عبید اللہ کی تعلیم اسلامی تعلیم کے خلاف تھی۔ مصر کے تیسرے خلیفہ حاکم بامراللہ (اوّل) نے تو خدائی کا دعویٰ کر کے کفر و الحاد کو آخری درجے تک پہنچا دیا۔ اسی خلیفہ کے مظالم نے یونان و یورپ کے عیسائیوں کو شام پر صلیبی حملے کے لیے آمادہ کیا۔ مستنصر باللہ مصر کا پانچواں اسماعیلی خلیفہ تھا جس کے نام کا خطبہ بغداد میں سال بھر تک پڑھا گیا۔ اسی خلیفہ کے تین سالہ عہد میں (1260—1262ء) اسماعیلی فرقے کی ایک نئی شاخ پیدا ہوئی۔ اس نئی شاخ کا بانی حسن بن صباح تھا۔

(جاری ہے)

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

Vol: 15 Regd. No. LRL -50 No. 15

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

Rejoinder

By, DR. ABSAR AHMAD

Islamic Khilafah—Reconsidered

Mr. Humayun Siddiqui's article published in the daily Nation of April 02, 2006 appears thought-provoking at first reading, however when analyzed and read critically the truth transpires that it is based on a number of misconceptions and wrong premises. First of all I cannot understand as to why he is allergic to the word Khilafah and perhaps finds it smacking of obscurantism. Mr. Siddiqui seems to be a devout Muslim and that is why he refers to the Quranic verses in his article. I shall very humbly remind him that according to the Holy Book the Creator-Allah Almighty made Adam Khalifa-a deputy or vicegerent-on earth. Since Khalifa and Khilafah are cognate words, it is quite understandable that the socio-political system based on Divine decrees is called Khilafah. This was further authenticated by explicit statements of the Holy Prophet (Peace be upon him) when he advised Muslim to follow his example and that of the rightly-guided Khalifas (Caliphs). Allama Iqbal and Quaid-e-Azam both visualized the newly emerging Muslims' homeland—Pakistan—to be an exemplary Islamic state. There are numerous statements and speeches of the two founding fathers on record to substantiate this. Therefore, when Dr. Israr Ahmad talks about the Islamic (Khilafah) system, he refers to the same Ideal Islamic system envisaged by Allama Iqbal and the Quaid. Unfortunately Mr. Siddiqui takes only the aspects of legal justice and egalitarianism from Islam and completely obliterates the metaphysical underpinnings of these moral virtues. As a matter of fact we should look at Islam holistically in the Quranic perspective and it is not at all wrong to call Islamic system of polity and governance as Khilafah. It is, in my opinion, quibbling about words only and there is hardly anything debatable in essence with regard to the goals and objectives of the Pakistan movement.

The incorporation of three basic principles— "Sovereignty belongs to Almighty Allah alone; No legislation can be done at any level that is totally or partially repugnant to Quran and Sunnah; and Full citizenship of the state is for the Muslims only"— to any constitution or political system makes a radical difference and turns a secular liberal democratic state into an Islamic state—an embodiment of Islamic Khilafah system. I wonder why a highly educated and intelligent person like Mr. Siddiqui cannot see the difference. Perhaps word-quibbling again! Yes, the ideal Khilafah of the rightly-guided caliphs lasted for about thirty years but this very historical fact vindicates the truth that Islam is not mere utopia. Islam as a deen (a complete socio-politico-economic system of life) was actually implemented in toto in a vast area and highest moral virtues were witnessed by history at the level of society and political governance. One can hardly make a parallel between freedom of expression, equality and justice exercised during the caliphate of Hazrat Omar and the present-day American administration and its policies in respect of other nations. I shall remind the learned writer that it was in 1955 (and not two centuries ago) that a forty-two years old black seamstress Rosa Parks was booked in jail in Montgomery, Alabama, for refusing to give up her bus seat to a white passenger. On the other hand we Muslims had absolutely no discrimination on the basis of gender, race, colour, cast or creed fourteen centuries ago and even orientalists have acknowledged this. Of course Allah is de jure sovereign of the whole world and nothing happens without His permission. The real test of human beings lies in the fact whether or not they make Allah their de facto sovereign in terrestrial affairs. The nationality of non-Muslims living in Pakistan will obviously be Pakistani; but since they do not believe in the Quran and Sunnah of the Prophet, they will not be included in the legislature of an Islamic state. And this is quite logical insofar as an Islamic state is essentially an ideological state and therefore only Muslims can take part in legislation and top-level sensitive decision making.

The lines printed in bold font in the top-middle of the article are, to say the least, quite puzzling. "No system is a bad system. It is its implementation that makes it bad or good". This is not a correct statement by any strech of imagination. As amply shown by history some systems prevailing in different areas of the world were intrinsically bad, tyrannical and exploitative. And some still are so. How can only implementation make them bad or good?

The last paragraph of the write-up very clearly evinces learned author's very limited view of the remedy of malady in Pakistan. And this itself is based on his truncated perception of Islam. Islam is not just a faith of an individual's personal morality and piety. On the contrary it is a